تربیتِ اولاد

حضرت مولانا منظور یوسف صاحب مدظلہ العالی
سابق استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

تربیتِ اولاد

حضرت مولانا منظور یوسف صاحب مدظلہ العالی
سابق استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

مکتبہ فکرِ آخرت

فہرست مضامین

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

اولاد کی تربیت

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِo بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo

یٰأَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰادِقِیْنَo

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ’’اَلرَّجُلُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ مَنْ یُخَالِلْ‘‘ . أَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ .

﴿ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ

وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے ’’اَلرَّجُلُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ‘‘ آدمی اپنے دوست کے دین پر چلا کرتا ہے ’’فَلْیَنْظُرْ مَنْ یُخَالِلْ‘‘ کسی آدمی کے متعلق آپ یہ جاننا چاہیں کہ کیسا آدمی ہے، کسی کے اخلاق کو آپ جانچنا چاہیں، کسی کے کردار کو آپ سمجھنا چاہیں اور کسی کی نیکی کو آپ دیکھنا چاہیں تو یہ دیکھیے کہ کس کے ساتھ بیٹھتا ہے، جس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اختیار کرے گا اس کی صحبت کے اثرات اس کی زندگی میں منتقل ہوں گے، یہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ’’فَلْیَنْظُرْ مَنْ یُخَالِلْ‘‘ کہ کسی انسان کے متعلق اگر دیکھنا ہو کہ کیسا ہے تو اس کے دوست کو دیکھو،

جس کے ساتھ بیٹھتا ہے اسے دیکھو، یہ ایک معیار بتا دیا نبی پاک ﷺ نے آدمی کو پہچاننے کا کہ انسان کی پہچان اس کے دوست سے ہوتی ہے جس کی مجلس وہ اختیار کرتا ہے، وہاں سے ہوتی ہے جہاں بیٹھنا اٹھنا اختیار کرتا ہے، تو جب بات یہ ہے کہ پہچان دوست سے ہوتی ہے اور آدمی اپنے ہم نشینوں سے پہچانا جاتا ہے تو آدمی کو اچھی صحبت اور نیک مجلس اختیار کرنی چاہئے، اللہ کا فرمان ہے کہ:

﴿ يٰأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴾ (۱)

''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہا کرو''

اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے خطاب فرماتے ہیں اے مومنو! اللہ کا ڈر اختیار کرو، دل میں تقویٰ پیدا کرو، اللہ کا خوف پیدا کرو، اور اچھے لوگوں کے ساتھ رہا کرو، نیک لوگوں کے ساتھ رہا کرو، تو معلوم یہ ہوا کہ انسان کے دل میں جو اللہ کا ڈر پیدا ہوگا، آدمی کے دل میں جو تقویٰ پیدا ہوگا، وہ نیک صحبت سے پیدا ہوگا، اچھی صحبت کے اچھے اثرات اور بری صحبت کے برے اثرات ہوتے ہیں، انسان جس کے پاس بیٹھتا ہے اس کے اثرات اس کی زندگی میں منتقل ہوتے ہیں۔

اچھی صحبت پر ایک حکایت: مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکایت لکھی اور ایک سبق سمجھایا ہے کہ ایک آدمی شکار کرنے کے لئے جا رہا تھا اور اس نے دیکھا کہ جنگل میں ایک شیر ہے اور اس کے پاس ایک باز بیٹھا ہوا ہے اور یہ آدمی شرافت سے وہاں سے گزر گیا، نہ شیر نے اس سے کوئی تعرض کیا اور نہ اس آدمی نے کوئی چھیڑ چھاڑ کی، سلامتی سے گزر گیا اور جب واپس آیا تو شیر اسی جگہ بیٹھا تھا مگر اس کے پاس کوا بیٹھا تھا، اس نے دور سے ہی بندوق تان لی تو زبان حال سے شیر اس سے پوچھتا ہے کہ آپ جاتے ہوئے جس طرح شرافت سے گزر گئے تھے واپس بھی اسی طرح چلے جاؤ، کیا ضرورت ہے بندوق تاننے کی؟ آدمی نے جواب دیا کہ جب میں یہاں سے

---

(۱) سورۃ التوبہ: ۱۱۹

گزر رہا تھا تو آپ کی صحبت میں بیٹھنے والا ایک باز تھا، آپ باز کی صحبت میں بیٹھے ہوئے تھے اور وہ ایک نیک پرندہ ہے، وہ ایک اچھا پرندہ ہے، مجھے سو فیصد یہ یقین تھا کہ وہ آپ کو میرے خلاف بھڑکائے گا نہیں، تیار نہیں کرے گا، نہیں اکسائے گا اور اب میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے پاس کوا بیٹھا ہے جس میں کمینہ پن ہوتا ہے، یہ کسی کو برداشت نہیں کرتا، مجھے یہ ڈر لگا کہ کہیں یہ آپ کو میرے خلاف کوئی مشورہ نہ دے اور اگر آپ کو اس نے میرے خلاف کوئی مشورہ دے دیا تو اس سے پہلے کہ آپ مجھ پر حملہ کریں میں نے حفاظت کا انتظام کر لیا، تو اس حکایت کو لکھنے کے بعد سبق یہ سمجھایا کہ دیکھو اچھی صحبت کا کتنا اثر ہوتا ہے اور بری کا کتنا اثر ہوتا ہے، ایک لمحے کے لئے آدمی پلٹ جایا کرتا ہے، ایک لمحے کے لئے اچھی صحبت انسان کی زندگی کو تبدیل کر دیتی ہے، اور بری صحبت انسان کی صحبت کو برباد کر دیتی ہے، آدمی کے ایمان کو، آدمی کے دین کو، آدمی کی نیکی کو، آدمی کے تقوے کو بری صحبت برباد کر دیتی ہے، انسان اس سے برباد ہو جاتا ہے۔

بری صحبت کی ایک مثال: بقول ایک آدمی کے کہ جناب وہ ایک سیب کی پیٹی لے کے آیا اور اس کے اندر وہ سیب ڈال رہا ہے اور ایک سیب اس میں گلا سڑا ہے تو بیٹے نے کہا کہ ابو اسے نہیں ڈالیئے، باپ یہ کہہ رہا ہے کہ کچھ نہیں ہوتا لیکن بچے کو یہ بات سمجھانی تھی کہ دیکھو کتنا نقصان ہوتا ہے تو باپ یہ کہہ رہا ہے کہ ایک ہی تو خراب ہے کچھ نہیں ہوگا، بیٹا یہ کہہ رہا ہے کہ نہیں خراب ہو جائے گا، چنانچہ وہ پیٹی بند کروا دی گئی، جب دو دن کے بعد کھولا گیا تو دیکھا گیا کہ جو ایک سیب خراب تھا اس کے چاروں طرف جتنے بھی سیب تھے وہ خراب ہو چکے تو بیٹے نے ابا سے کہا کہ ابو جی میں نے آپ سے یہ نہیں کہا تھا کہ باقی بھی خراب ہو جائیں گے؟ تو باپ نے کہا بیٹے دیکھو میں بھی آپ کو یہ سمجھاتا ہوں کہ جب یہ سیب اپنے پاس والے سیبوں کو خراب کر سکتا ہے تو اگر آپ گندی مجلس اور خراب صحبت میں بیٹھو گے تو کیا آپ خراب نہیں ہو جاؤ گے؟ تو بچے کے دل میں یہ

بات بیٹھ گئی کہ ہاں واقعتاً بری صحبت کے اثرات آیا کرتے ہیں۔

بچوں کی ابتدائی تربیت

والدین پر یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیمات ہدایات اور تربیت کو اچھا بنا لیں، جس کام میں آج تو انھیں مشقت پیش آئے گی لیکن آئندہ ان کے لئے یہ سودمند ہوگی، یعنی اگر والدین بچپن میں بچوں کی تربیت اچھی بنائیں تو یہ بڑا ہونے کے بعد بچوں کے لئے مفید ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے والدین کے لئے بھی انتہائی خوشی، آسانی اور فراوانی کا سبب بنیں گے کہ وہ بچے ان کے لئے دنیا کی زندگی میں ان کی آنکھوں کا ٹھنڈک بنیں گے، اور اچھی تربیت کی وجہ سے اللہ تعالی کے فرمانبردار اور اطاعت رسول کے پیروکار ہونے کی وجہ سے آخرت میں ان کے لئے اجر اور ذخیرہ کا سبب بنیں گے، اور ان کے لئے صدقۂ جاریہ کا سبب بنیں گے، خدانخواستہ اگر وہ بچپن میں اپنے بچوں کی تربیت اچھی نہ کریں ان کی تعلیم اور دوستوں پر نگاہ نہ رکھیں اور یہ خیال نہ کریں گے کہ ہمارا بچہ اچھی چیز کو اچھا اور بری کو برا تمیز کرتا ہے یا نہیں، اگر اس کی پرواہ کئے بغیر بچپن گزرجانے کے بعد جب اس بچے کی تربیت ناقص رہی اور اس کے دوست واحباب برے لوگوں میں سے ہوں گے تو یہ بچہ ان کے لئے دنیا میں بھی عذاب اور آخرت کے لحاظ سے بھی سودمند نہ ہوگا۔

نومولود کے احکام

دین اسلام نے امت مسلمہ پر جو احسانات فرمائے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے بچہ سے متعلق تمام احکامات کو کھول کر بیان کردیا اور تربیت کے سلسلے میں بنیادی اصولوں کو اتنا واضح کر کے پیش کیا ہے کہ جس کی وجہ سے تربیت کرنے والا نہایت سہولت اور آسانی سے بچہ کی صحیح تربیت کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے اس لئے ہر وہ شخص جس کے ذمہ تربیت کی

ذمہ داری ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے فرض کو ان بنیادی اور اساسی قواعد کو سامنے رکھتے ہوئے پورا کرے جو کے اسلام نے پیش کیے ہیں۔

بچہ کی پیدائش پر مبارکباد پیش کرنا

کسی کے یہاں بچہ ہو تو اس کے مسلمان بھائی کے لئے مستحب یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی خوشی میں شریک ہو اور اس کو مبارکباد دے اور پیغام خوشی پیش کرے، اور ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے اسے مزید خوشی حاصل ہو، یہ ایک مسلمان کا حق ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کی ایک حدیث میں ہے کہ جس میں آپ ﷺ نے ایک پڑوسی پر دوسرے کے حقوق بتائے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب پڑوسی کو خوشی حاصل ہو تو اسے مبارکباد پیش کرے، کیونکہ ایسا کرنا آپس کے تعلقات کو مستحکم اور روابط کو مضبوط اور قوی کرتا ہے، اور اس کے ذریعہ مسلمان خاندانوں میں باہمی الفت ومحبت کی فضا قائم ہوتی ہے۔

﴿ابتدائی ذمہ داریاں﴾

۱) بچے کی پیدائش پر کان میں اذان کہنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس روز حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے ان کے دائیں کان میں اذان دی اور بائیں کان میں اقامت کہی، اذان اور اقامت کہنے کا راز یہ ہے کہ انسان کے کان میں سب سے پہلی آواز ایسے کلمات عالیہ کی پڑے جو اللہ کی عظمت وکبریائی پر مشتمل ہوں اور وہ کلمہ شہادت اس کے کان میں پڑ جائے جو اسلام میں داخل ہونے کا ذریعہ ہے، تو گویا ایک قسم کی تلقین ہے کہ جب وہ دنیا میں آ رہا ہے، تو اس کو اسلام کے شعار کی اطلاع ہو جائے جیسا کہ جب انسان دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس کو کلمہ توحید کی تلقین کی جاتی ہے، اور اس اذان کا اثر انسان کے دل پر پڑتا ہے، اور وہ چاہے

محسوس نہ کرے لیکن اس کا اثر اس پر ضرور ہوتا ہے، اس بچہ کو شروع ہی سے اللہ اور اسلام کی طرف اور اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دے دی جائے، اور شیطان کی دعوت سے پہلے رحمٰن کی دعوت دی جائے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"عَنْ أَبِیْ رَافِعٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ: رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ أَذَّنَ فِیْ أُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ حِیْنَ وَلَدَتْہُ فَاطِمَۃُ بِالصَّلَاۃِ" (1)

"رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے نواسے حضرت حسن بن علی کے کان میں نماز والی اذان پڑھتے ہوئے دیکھا جب ان کی ولادت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں ہوئی"

مذکورہ بالا حدیث میں حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کان میں اذان دینے کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں، اور ایک دوسری روایت میں جو کنز العمال میں موجود ہے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے جس میں یہ بیان ہے کہ آپ ﷺ نے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت پڑھنے کی ترغیب فرمائی اور اس کی برکت اور تاثیر کا بھی ذکر فرمایا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ اذان اور اقامت کہنے سے بچہ ام الصبیان جیسی بیماریوں سے محفوظ رہے گا جو شیطان کے اثرات سے ہی پیدا ہوسکتی ہیں۔

ان احادیث مبارکہ سے بالعموم یہ بات معلوم ہوگئی کہ نومولود بچے کا پہلا حق والدین پر یہ ہے کہ سب سے پہلے اس کے کانوں کو اور کانوں کے ذریعے اس کے دل و دماغ کو اللہ کے نام، اس کی توحید، ایمان باللہ، ایمان بالرسول، نماز کی دعوت سے آشنا کیا جائے۔

---

(1) جامع الترمذی، أبواب الأضاحی، باب الأذان فی اذن المولود، رقم الحدیث: ۱۵۱۴، ص: ۳۶۸.

اس کا بہتر طریقہ یہی ہوسکتا ہے کہ اس کے کانوں میں اذان واقامت کہی جائے، چونکہ اذان واقامت میں دین حق کی بنیادی تعلیم اور دعوت نہایت موثر طریقے سے دی گئی ہے، نیز اذان واقامت کی یہ تاثیر اور خاصیت بہت سی احادیث میں بیان کی گئی ہے کہ اذان سے شیطان بھاگتا ہے اس لئے بچے کی حفاظت کی ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ شیطان کو اس سے بھگا دیا جائے۔

ایک نکتہ

رسول اللہ ﷺ نے پیدائش کے وقت مسلمان کے بچے کے کان میں اذان واقامت پڑھنے کی تعلیم دی اور جب اپنی دوران زندگی پوری کرنے کے بعد اس کو موت آجائے تو غسل دے کر اور کفنا کر اس پر نماز جنازہ پڑھنے کی ہدایت فرمائی، ان ہدایات میں حضور ﷺ نے یہ بتلا دیا کہ مؤمن کی زندگی اذان اور نماز کے درمیان کی زندگی ہے کہ جس طرح اذان اور نماز کے درمیان مختصر وقفہ کیا جاتا ہے گویا انسان کی زندگی اسی وقفے کی طرح مختصر ہے، نیز یہ اس طرح گزرنی چاہئیے جس طرح اذان کے بعد نماز کی تیاری اور نماز کے انتظار میں گزرتی ہے، نیز یہ کہ مسلمان بچے کا پہلا حق یہ ہے کہ پیدائش کے ساتھ ہی اس کے کان میں اذان دی جائے اور آخری حق یہ ہے کہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔

کان میں اذان واقامت کہنے کی حکمت

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اذان دینے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اذان دینے کا اصل راز اللہ تعالی ہی جانتا ہے لیکن ایک ان میں سے یہ بھی ہے کہ انسانی سماعت میں سب سے پہلے وہ کلمات ٹکرانے چاہئیں جو اللہ کی عظمت وکبریائی اور اس شہادت کو شامل ہوں جس سے انسان اسلام میں داخل ہوتا ہے، گویا کہ دنیا میں داخل ہوتے وقت یہ اس کو شعائر اسلام کی تلقین ہے جیسا کہ اس کو دنیا چھوڑتے وقت یعنی موت کے وقت کلمہ توحید کی تلقین کی جاتی

ہے، باقی اس اذان کے اثر کا دل تک پہنچنا اور اس کے مطابق حکم بجا لانے میں کوئی کلام نہیں اگر چہ وہ اس میں موجود دوسرے فائدے محسوس نہیں کرتا یعنی کلمات اذان سے شیطان کا بھاگنا، کیونکہ وہ اس کی پیدائش کے وقت سے گھات میں تھا اور پیدائش کے بعد آزمائش کے لئے اس کے ساتھ چمٹ جاتا ہے جس سے شیطان وہ کچھ سن لیتا ہے جو اس کو کمزور کرنے والے اور اس کے ساتھ تعلق قائم کرنے والے لمحات میں ہی اس کو غصہ دلانے کے سبب بن جاتے ہیں۔

اس کا دوسرا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کی طرف دعوت اور اللہ تعالی کی عبادت شیطان کی دعوت سے پہلے اس کے کان میں پہنچ جائے جیسا کہ شروع سے ہی اللہ کی فطرت تھی جس پر انسانوں کو پیدا کیا تھا شیطان کے تبدیل اور نقل کرنے سے پہلے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے

"كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ" (١)

"ہر بچے کی پیدائش فطرت اسلام پر ہوتی ہے، پھر اس بچے کے والدین اسے یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی بنا دیتے ہیں یا مجوسی"

ہر بچہ اپنی فطرت جبلی کے مطابق اسلام پر ہی پیدا ہوتا ہے یعنی بچہ بوقت پیدائش اپنی فطرت سلیمہ کے ساتھ ہوتا ہے یعنی اس میں فطرت تو اسلام کی پائی جاتی ہے لیکن اس کے علاوہ دوسرے ادیان کو قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے تو والدین اس بچے کو اپنے مذہب کے مطابق یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ نومولود کے لئے ایک رحمانی مدد اللہ تعالی کی طرف سے اس بچہ یا بچی کے ساتھ ہوتی ہے، اور وہ ایسی مدد اور نصرت ہے جو اس کا احاطہ کر دیتی ہے اور وسوسہ ڈالنے

---

(١) الصحیح للبخاری، کتاب الجنائز، باب ماقیل فی اولاد المشرکین: ١/١٨٥، قدیمی.

والے شیطان سے اس کی حفاظت کرتی ہے، انسانی زندگی کے اس خطرناک موڑ پر شیطان کے وسوسے کا اس قدر خطرناک ہونا حضور ﷺ کی طرف سے اذان واقامت اور لا الہ الا اللہ کے ساتھ کلام کی ابتداء کے مسنون ہونے سے واضح ہو جاتا ہے، نیز والدین اپنی اولاد کے بارے میں براہ راست ذمہ دار ہوتے ہیں، اور والدین ہی سے استحباباً مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ان کے کانوں میں جو کہ ایمان اور توحید کی سماعت کے لئے حسی کھڑکیاں ہیں یہ کلمات جیسے حضور ﷺ نے اپنے نواسے کے کان میں ڈالے اسی طرح تم بھی اپنے نومولود بچے کے کان میں سب سے پہلا کلمہ انہی کلمات کو بناؤ، نیز یہ بچہ والدین کے ہاں ایک امانت ہے اور امانت ایک متفق علیہ ذمہ داری ہے جیسا کہ بخاری شریف کی روایت میں عبداللہ بن عمر سے روایت منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أَلا كُلُّكُمْ رَاعٍ ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ" (۱)

"بے شک تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے، اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال ہوگا"

جس طرح ایک قوم کا امیر یا ایک لشکر کا سپہ سالار اور سردار قبیلے کا ذمہ دار ہوتا ہے اسی طرح گھر کا ذمہ دار گھر والا ہوتا ہے، اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور بچے کی ذمہ دار ہوتی ہے اسی طرح والدین پر بچے کی ذمہ داری بھی قابل سوال ہوگی کہ اگر بچے کا نام اچھا نہ ہو گا یا اس کی تربیت اچھی نہ کی، اس کو ایمان، نماز اور قرآن کریم کی تلاوت وغیرہ نہ سکھائے تو اس کا سوال والدین سے ہوگا، لہذا والدین اپنے بچوں کو سکول کی تعلیم یا عصری تعلیم اور اسی طرح اعلی عہدوں پر فائز کرنے کے خواہش مند ہیں جس کے لئے قرآن وسنت کی تعلیم اور حلال وحرام کی پہچان کئے بغیر انگلش کی تعلیم دینے اور مختلف کورس اور ڈپلومے اس لئے کراتے ہیں کہ وہ اچھے عہدے پر فائز

---

(۱) صحیح مسلم، باب فضیلۃ الإمام العادل.

ہو کر اور اچھی نوکری لے کر خود بھی خوش رہے گا اور ہمیں بھی اس سے فائدہ ہو گا وہ ذرا اپنے گریبانوں میں جھانک کر یہ سوچ لیں کہ خدانخواستہ ایمان اور قرآن کی تعلیم کو چھوڑتے ہوئے دوسری تعلیم میں اپنے بچوں کو وقف کرنا اگر اس کا سوال ہوا تو کیا ہمارے پاس اس کا جواب موجود ہے؟ اگر نہیں تو خدارا خود کو برباد نہ کرو اور اپنی عاقبت اپنے ہاتھوں سے خراب نہ کرو، بلکہ بچے کو ایمانیات اور قرآن کریم کی تلاوت، نماز اور حرام وحلال کے ضروری احکامات سکھانے کے بعد اگر کسی دوسری تعلیم میں اس کو لگا دیا بشرطیکہ اس میں بچے کا دینی نقصان نہ ہو تو اس کا دنیاوی فائدہ بھی حاصل ہو جاتا ہے اور آخرت میں ذمہ داری کا جواب بھی آسان ہو جاتا ہے۔

۲) تحنیک اور زندگی میں برکت کی دعا کرانا

تحنیک کا معنی: تحنیک کے معنی ہیں کھجور کو چبا کر بچہ کے تالو پر لگا دینا یعنی جو کھجور چبائی گئی ہے، اس کا کچھ حصہ انگلی پر لے کر نومولود کے منہ میں داخل کر دینا اور آہستہ سے انگلی اس کے منہ میں دائیں بائیں پھیرنا تاکہ چبائی ہوئی کھجور پورے منہ میں پہنچ جائے، اور اگر کھجور موجود نہ ہو تو پھر کسی بھی میٹھی چیز سے تحنیک کر دینا چاہئے۔

"عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُؤْتٰى بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ" (۱)

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لوگ اپنے بچوں کو لایا کرتے تھے تو آپ ﷺ ان کے لئے خیر و برکت کی دعا اور تحنیک فرماتے تھے"۔

تحنیک یہ ہے کہ کسی بزرگ سے کھجور وغیرہ چبا کر اس بچے کے منہ میں لعاب دہن ڈال دیا جائے جو کہ اس بچے کے لئے خیر و برکت کا باعث بنے۔

---

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب الطہارۃ، باب فی حکم بول الرضیع: ۱/ ۱۳۹.

رسول اللہ ﷺ کی معرفت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپ ﷺ سے محبت اور صحبت کے نتیجہ میں صحابہ کرام کو آپ کے ساتھ انتہائی عقیدت کا جو تعلق تھا اس کا ایک ظہور یہ بھی تھا کہ صحابہ کرام اپنے نومولود بچے آپ کی خدمت میں لے آتے تا کہ آپ ان کے لئے خیر وبرکت کی دعا فرمائیں اور کھجور یا ایسی کوئی چیز چبا کر بچے کے کانوں پر مل دیں اور اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈال دیں تا کہ وہ اس بچے کے لئے خیر وبرکت کا باعث ہو۔

تحنیک کی حکمت

اس میں یہ حکمت بھی ہوسکتی ہے کہ اس کے ذریعہ سے منہ کے پٹھوں اور رگوں کو مضبوط کرنا مقصود ہوتا ہے تا کہ بچہ تالو جبڑے اور زبان سب کو حرکت دے اور ماں کے پینے سے دودھ پینے اور پستان چوسنے کی استعداد وصلاحیت پیدا ہو جائے اور فطری طریقہ کے مطابق دودھ پینا شروع کر دے بہتر یہ ہے کہ تحنیک کسی متقی عالم، نیک صالح بزرگ سے کرائی جائے تا کہ بچے کو برکت حاصل ہو۔

تحنیک کرانا سنت ہے

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا تو میں اس کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور سے اس کی تحنیک کی اور اس کے لئے برکت کی دعا کر کے اسے میرے حوالے کر دیا۔

برکت کی دعا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچے کی تحنیک کسی نیک انسان سے کرائی جائے، اور اس کے لئے کسی اللہ والے سے دعا بھی کرائی جائے، اور بڑوں کو چاہئے کہ ایسے مواقع پر بچوں کے

لئے دعائیہ کلمات کہا کریں۔

ہجرت کے بعد سب سے پہلے پیدا ہونے والا بچہ

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں سب سے پہلے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا فرزند ارجمند حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہما پیدا ہوئے، ان کی پیدائش اور تحنیک کا واقعہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالی عنہما بیان فرماتی ہیں۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ وہ ہجرت سے پہلے حاملہ تھیں، جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائیں تو قباء میں ان کے بچے کی ولادت ہوئی، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے، کہتی ہیں کہ میں بچے کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور میں نے اس بچے کو آپ ﷺ کی گود میں رکھ دیا، آپ ﷺ نے چھوارا منگوایا اور اس کو چبوایا اور اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا پھر اس کے تالو پر ملا، پھر اس کو برکت کی دعا سے نوازا۔

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں اسی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی پیدائش سے مسلمانوں کو خاص کر اس لئے بہت زیادہ خوشی ہوئی تھی کہ یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ یہودیوں نے مسلمانوں پر ایسا جادو کر دیا کہ ان کے بچے پیدا ہی نہ ہوں گے تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی پیدائش نے اس بات کو غلط ثابت کر دیا، اور مسلمانوں کے جو دشمن یہ جادو والی بات مشہور کر رہے تھے وہ ذلیل وخوار ہو کر رہ گئے کہ انھیں اپنے منہ کی کھانی پڑی۔

۳) بچے کا نام رکھنا

بچے کے حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ساتویں دن اس کا اچھا نام رکھا جائے۔

"عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
حَقُّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ أَنْ يُحْسِنَ اسْمَهُ" (۱)

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: باپ پر بچے کا یہ بھی حق ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کو حسن ادب سے آراستہ کرے"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ آدمی اپنے بچے کو سب سے پہلا تحفہ نام کا دیتا ہے اس لئے چاہئے کہ اس کا نام اچھا رکھے۔

"عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ وَأَسْمَاءِ آبَاءِ كُمْ فَأَحْسِنُوْا أَسْمَاءَ كُمْ" (۲)

"حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمہیں تمہارے ناموں سے اور تمہارے باپوں کے ناموں سے پکارا جائے گا پس تم اچھے نام رکھو"

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے نام بھی پسندیدہ ناموں میں سے ہیں وہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نسبت کو ظاہر کرتے ہیں، چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے کا نام ابراہیم رکھا تھا، اور سنن ابی داؤد وغیرہ میں آپ کا یہ ارشاد بھی مروی ہے:

"وَتَسَمُّوْا بِأَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ" (۳)

"یعنی پیغمبروں کے ناموں پہ نام رکھو"

اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض بچوں کے نام ایسے بھی رکھے جو

---

(۱) الصحیح للبخاری، باب ہجرۃ النبی ﷺ: ۱/۵۵۵. (۲) سنن ابی داؤد، باب تغییر الاسماء: ۲/۳۲۸. (۳) حوالہ سابقہ.

معنوی لحاظ سے اچھے ہیں، اگر چہ وہ پیغمبروں کے معروف ناموں میں سے نہیں ہیں مثلاً اپنے نواسوں کے نام حسن اور حسین رکھے، اور ایک انصاری صحابی کے بچے کا نام مُنذِر رکھا۔

الغرض نام رکھنے میں حضور ﷺ نے ہمیشہ اچھے اور خوبصورت نام کے پہلو کو مدنظر رکھا جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی ایک بیٹی تھی جس کا نام عاصمہ تھا تو حضور ﷺ نے اس کا نام بدل کر جمیلہ رکھ دیا اس لئے نام کے انتخاب میں بھی اچھائی کو مدنظر رکھنا چاہیے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ تم قیامت کے دن اپنے اپنے باپوں کے نام سے پکارے جاؤ گے اس لئے اچھے اچھے نام رکھا کرو، اس لئے برے نام کہ جن میں شرکیہ معنی سمجھ میں آتا ہو اور وہ نام جن سے نحوست اور بدشگونی کے معنی لئے جاتے ہوں مکروہ ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں حضور ﷺ کا حضرت زینب کا نام برّہ سے زینب رکھنا منقول ہے۔

نام رکھنے کے بارے میں چند اہم امور

اگر ماں باپ کے درمیان بچے کا نام رکھنے کے سلسلے میں اختلاف ہو جائے تو ایسی صورت میں نام رکھنا باپ کا حق ہے، قرآن کریم نے اس کو صراحتاً بیان فرمایا ہے کہ بچہ باپ کی طرف منسوب ہوگا اس لئے فلاں بن فلاں کہا جاتا ہے۔

والدین کو چاہیے کہ بچے کا ایسا نام نہ رکھیں کہ جس میں عشق ومحبت کا پہلو پایا جاتا ہو، یا اس سے گندے اور فحش معنی نکلتے ہوں جیسے ہیام بمعنی عشق کا جنون اور ہیفاء کا معنی پتلی کمر والی، اور نہاد جس کے معنی وہ عورت جس کی چھاتیاں ابھرنے لگیں ہوں، اور میادہ بمعنی جھوم اور لہرا کر ناز نخرے سے چلنے والی، اور غادہ نرم و نازک لچکدار عورت یا اس طرح کے دیگر نام نہ رکھیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ مسلمان ممتاز شخصیت کا مالک ہو اور وہ اپنی خصوصیات اور

زادے معروف ہو اس طرح کے مہمل، گندے اور عشقیہ نام رکھنے سے شخصیت اور ذات ختم ہو کر پارہ پارہ ہو جاتی ہے، اور جب امت اسلامیہ کی حیا عفت و عزت و آبرو انحطاط اور ذلت کے اس مقام کو پہنچ جاتی ہے تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے تو پھر ہر ڈاکو اور ہر غاصب کے لئے اس کی سر زمین پر قبضہ کرنا ان کی عزتوں کو پامال کرنا اور ان کے شعائر کی توہین کرنا اور معزز و قابل احترام شخصیات کو ذلیل و رسوا کرنا آسان ہو جاتا ہے جو کہ آج کل ہمارے اور آپ کے سامنے ہے، یہ سب اس لئے کہ ہم نے اسلام کو چھوڑ کر دوسروں کی تہذیب میں روشن خیالی، کامیابی و کامرانی، اپنی عزت، اور ذلت سے بچنے کا طریقہ تلاش کرنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے مولائے کریم کا عطا کیا ہوا رعب اور دبدبہ ان کے دلوں سے نکلنے کے ساتھ ساتھ ان کے حوصلے اتنے بلند ہو گئے کہ وہ اب مسلمانوں کو اپنے ملازم، نوکر اور خدمت گار کی طرح سمجھتے ہیں، خدارا اگر اپنی کھوئی ہوئی عزت واپس لانا چاہتے ہو تو اسی اسلام کے بتلائے ہوئے اصولوں پر چل کر ہی عزت واپس لانا ممکن ہے۔

۴) عقیقہ کرنا

تقریباً ہر دین اور ملت میں اور اس سے ہٹ کر قوموں اور قبیلوں کی تہذیب کے لحاظ سے یہ بات سب میں مشترک رہی ہے کہ بچے کی پیدائش کو ایک نعمت اور خوشی کی بات سمجھا جاتا ہے اور کسی تقریب کے ذریعے اس خوشی کا اظہار بھی کیا جاتا ہے انسانی فطرت بھی اس کا تقاضہ کرتی ہے کہ بندہ خوشی کے موقع پر اپنے دوستوں یا فقیروں کو کچھ نہ کچھ صدقہ یا ہدیہ کر دے اور اس میں ایک بڑی مصلحت یہ ہے کہ اس سے نہایت لطیف عمدہ اور خوبصورت طریقے سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ باپ اس بچے کو اپنا ہی بچہ سمجھتا ہے اور اس بارے میں اس کو اپنی بیوی پر کوئی شک وشبہ نہیں، اس سے بہت سے فتنوں کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، اہل عرب میں اس کے لئے

زمانہ جاہلیت میں بھی عقیقہ کا رواج تھا، دستور یہ تھا کہ پیدائش کے چند روز بعد نومولود کے سر کے وہ بال جوماں کے پیٹ سے لے کے پیدا ہوا ہے صاف کرا لئے جاتے اور اس دن خوشی میں کسی جانور کی قربانی کی جاتی جوملت ابراہیمی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، رسول اللہ ﷺ نے اصولی طور پر اسے برقرار رکھتے ہوئے، اور اس کی ترغیب دیتے ہوئے اس بارے میں ہدایات دیں اور خود عقیقہ کر کے عملی نمونہ بھی پیش فرمایا۔ سنن ابی داؤد میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا دستور یہ تھا کہ جب کسی کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا تو وہ بکری یا بکرا ذبح کرتے اور اس کے خون سے بچے کے سر کو روند دیتے، پھر جب اسلام آیا تو رسول اللہ ﷺ کی ہدایت اور تعلیم کے مطابق ہمارا طریقہ یہ ہو گیا کہ ہم ساتویں روز عقیقہ کے بکرے کی قربانی کرتے ہیں اور بچے کا سر صاف کرا کر اس کے سر پر زعفران لگاتے ہیں۔

"عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ: كَانُوْا فِيْ الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا عَقُّوْا عَنِ الصَّبِيِّ خَضَبُوْا قُطْنَةً بِدَمِ الْعَقِيْقَةِ فَإِذَا حَلَقُوْا رَأْسَ الصَّبِيِّ وَضَعُوْهَا عَلٰى رَأْسِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اِجْعَلُوْا مَكَانَ الدَّمِ خَلُوْقًا" (۱)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا دستور یہ تھا کہ جب وہ بچے کا عقیقہ کرتے تو روئی کے ایک پھوئے میں عقیقہ کے جانور کا خون بھر لیتے، پھر جب بچے کا سر منڈوا لیتے تو وہ خون بھرا ہوا پھویا اس کے سر پر رکھ دیتے اور اس کے سر کو عقیقہ کے خون سے رنگین کر دیتے، یہ ایک جاہلانہ رسم تھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بچے کے سر پر خون نہیں بلکہ اس کی جگہ خلوق (جو ایک قسم کی خوشبو ہے) لگایا کرو۔

خلوق ایک مرکب خوشبو کا نام ہے جو زعفران وغیرہ سے تیار کی جاتی ہے، پس ان

---

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، باب فی العقیقۃ: ۲/ ۳۷.

مذکورہ دوحدیثوں سے معلوم ہوا کہ عقیقہ کا رواج زمانہ جاہلیت میں بھی تھا چونکہ اس میں بہت سی مصلحتیں تھیں جن کی طرف اوپر اشارہ کیا جاچکا ہے اور یہ بنیادی طور پر شریعت اسلامی کے مزاج کے مطابق تھا اور غالباً مناسک حج کی طرح ملت ابراہیمی کے بقایا میں سے تھا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس کی اصل کو باقی رکھا اور جاہلانہ رسوم کی اصلاح فرما دی ، اسی طرح ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ کا رواج یہود میں بھی تھا لیکن وہ صرف لڑکوں کی طرف سے عقیقہ کی قربانی کرتے تھے اور لڑکیوں کی طرف سے نہیں کرتے تھے جس کی وجہ غالباً لڑکیوں کی ناقدری تھی ، رسول اللہ ﷺ نے اس کی اصلاح فرماتے ہوئے حکم دیا کہ لڑکیوں کی طرف سے بھی عقیقہ کیا جائے البتہ دونوں صنفوں میں جو قدرتی اور فطری فرق ہے جس کا لحاظ شریعت نے میراث میں اور اصول شہادت وغیرہ میں بھی کیا ہے یعنی لڑکی لڑکے کی بہ نسبت نصف ہوتی ہے ، اسی بناء پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ لڑکی کے عقیقے میں ایک بکری اور لڑکے کے عقیقے میں اگر استطاعت ہو تو دو بکریوں کی قربانی کی جائے جیسا کہ ترمذی شریف کی روایت میں ہے حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عقیقہ کے بارے میں فرما رہے تھے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں قربانی کی جائیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ، اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ عقیقہ کا جانور نر ہو یا مادہ ۔

﴿عقیقہ کا حکم﴾

”عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَيْنِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةً“ (۱)

”حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک“۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عقیقہ فرائض وواجبات کی طرح کوئی لازمی چیز نہیں بلکہ اس کا درجہ استحباب (مستحب) کا ہے جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ ”اگر وہ گھر والا اس کی طرف سے عقیقہ کرنا چاہے تو“ یہ مستحب ہے، فرض اور واجب نہیں، اور اسی طرح لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری قربان کرنا ضروری نہیں بلکہ اگر وسعت اور استطاعت ہو تو دو بکرے قربان کرنا بہتر ہے ورنہ ایک بھی کافی ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے نواسے کے عقیقہ میں ایک ایک مینڈھا ذبح فرمایا تھا۔

عقیقہ کا وقت: عقیقہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن اس کی طرف سے عقیقہ کیا جائے اور اس کے سر کے بال بھی صاف کیے جائیں۔

”عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ يُحْلَقُ وَيُسَمّٰى“ (۲)

---

(۱) سنن أبي داود، کتاب الضحایا، باب العقیقۃ: ۲/ ۳۶.   (۲) ایضاً

''حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بچہ عقیقہ کے بدلے رہن ہوتا ہے جو ساتویں دن اس کی طرف سے ذبح کیا جائے اور اس کا سر صاف کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے''

اس حدیث شریف میں عقیقہ کا وقت ساتواں دن فرمایا گیا ہے، پیدائش ہی کے دن عقیقہ کرنے کا حکم غالباً اس لئے نہیں دیا گیا کہ اس وقت گھر والوں کو زچہ کی دیکھ بھال کی فکر ہوتی ہے اس کے علاوہ اسی دن بچے کا سر صاف کرا دینے میں طبی اصولوں کے مطابق ضرر اور نقصان کا خطرہ رہتا ہے، ایک ہفتہ کی مدت ایسی ہے کہ اس میں زچہ بھی عموماً ٹھیک ہو جاتی ہے اور بچہ بھی سات دن تک اس دنیا کی ہوا کھا چکنے سے ایسا ہو جاتا ہے کہ اب اس کا سر صاف کر دینے سے کوئی ضرر اور نقصان کا خطرہ نہیں رہتا، اور نیز اس حدیث میں یہ بات بھی بیان ہوئی کہ ساتویں دن بچے کا نام بھی رکھا جائے اس کی مراد یہ ہے کہ اس سے پہلے اگر بچے کا نام نہ رکھا ہو تو ساتویں دن عقیقے کے ساتھ اس کا نام رکھ دیا البتہ اس سے پہلے نام رکھنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ بعض روایات میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے بعض بچوں کا نام پیدائش کے دن ہی رکھ دیا تھا۔

بچہ عقیقہ کے بدلے رہن ہوتا ہے

جیسا کہ پچھلی حدیث میں یہ بات گزر چکی ہے کہ ہر پیدا ہونے والا بچہ اپنے عقیقے کے بدلے رہن ہوتا ہے شارحین نے اس کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں، ان میں سے ایک جو دل کو لگنے والی بات ہے وہ یہ ہے کہ بچہ اللہ تعالی کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور صاحب استطاعت کے لئے عقیقہ کی قربانی اس کا شکرانہ اور فدیہ کے قائم مقام ہے جب تک یہ شکرانہ پیش نہ کیا جائے اور فدیہ ادا نہ کر دیا جائے تو وہ بار یعنی فدیہ اور شکرانے کی ادائیگی ذمہ میں باقی رہے گی، اور گویا بچہ

اس کے عوض رہن رہے گا۔

بخاری شریف کی ایک دوسری حدیث میں حضرت سلمان بن عامر الضبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ بچے کے ساتھ عقیقہ ہے یعنی اللہ تعالی جس کو بچہ عطا فرمائیں وہ عقیقہ کرے، لہذا بچے کی طرف سے عقیقہ کا بکرا قربان کرو اور اس کا سر صاف کرادو۔

عقیقے کو حج کے ساتھ بھی ایک خاص مناسبت ہے کہ جس طرح حاجی جب ارکان حج ادا کرلیتا ہے تو آخر میں اسے قربانی کرنا اور سر صاف کرانا ہوتا ہے تو اسی طرح عقیقہ میں بھی بچے کی طرف سے عقیقہ کا بکرا قربان کرنے اور اس کا سر صاف کرنے کا حکم ہے، اس لحاظ سے عقیقہ عملی طور پر اس بات کا اعلان ہے کہ ہمارا رابطہ اللہ تعالی کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے اور یہ بچہ ملت ابراہیمی کا ایک فرد ہے۔

نومولود کا سر مونڈنا: ساتویں دن اس کے سر کے بال مونڈنے اور ان بالوں کے برابر چاندی کو فقراء ومستحقین پر صدقہ کرنا مستحب قرار دیا ہے، اس میں دو حکمتیں ہیں:

پہلی حکمت: صحت وطب کے لحاظ سے یہ فائدہ ہے کہ بچہ کا سر مونڈنے سے اسے قوت حاصل ہوتی ہے، اور سر کے مسامات کھل جاتے ہیں اور ساتھ ہی اس سے نگاہ اور سماعت اور سونگھنے کی قوت کو فائدہ پہنچتا ہے۔

دوسری حکمت یہ ہے کہ اس طرح کہ اس کے سر کے بال کے برابر چاندی صدقہ کرنے سے معاشرتی باہمی امداد پیدا ہوگی اور اس سے حاجت مند کی ضرورت پوری ہوگی اور آپس میں تعاون امداد اور رحم کھانے کی فضاء پیدا ہوگی۔

بال مونڈنے میں خلاف شرع امور

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے قزع کی ممانعت فرمائی ہے:

۱- بچہ کے سر کے بال مختلف جگہ سے منڈوایے جائیں کچھ کہیں سے اور کچھ کہیں سے۔

۲- سر کے بیچ کے بال مونڈوایے جائیں، اور چاروں طرف کے چھوڑ دیے جائیں۔

۳- چاروں طرف کے بال مونڈادیے جائیں اور درمیان کے چھوڑ دیے جائیں۔

۴- آگے کے مونڈ دیے جائیں اور پیچھے کے چھوڑ دیے جائیں۔

۵- اسی طرح سے سر کے بعض حصے کے بال بالکل چھوٹے کروا دیے جائیں اور بعض چھوڑ دیے جائیں۔

بال کٹوانے کی مذکورہ تمام صورتیں ناجائز ہیں، خواہ بچہ چھوٹا یا بڑا یا آدمی جوان ہو عمر کے ہر مرحلے میں ان سے اجتناب کیا جائے۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو عدل وانصاف بہت زیادہ محبوب ہے اسی لئے انسان کو اپنے جسم ونفس کے بارے میں بھی عدل کا حکم دیا گیا اور اس سے منع کیا کہ سر کا کچھ حصہ مونڈ دے اور کچھ چھوڑ دے اس لئے کہ یہ سر پر ظلم ہے کہ اس کے بعض حصے کو بالکل ننگا کر دیا جائے اور بعض کو چھپا رہنے دیا جائے، اس کی نظیر ایک اور بھی ہے، اور وہ یہ کہ اس طرح بیٹھنے کی ممانعت ہے کہ انسان کا کچھ حصہ دھوپ میں ہو اور کچھ حصہ سایہ میں ہو کہ اس لئے کہ بدن کے بعض حصہ پر ظلم ہے، اسی طرح وہ حکم بھی ہے، جس میں انسان کو ایک پاؤں میں چپل پہن کر چلنے سے منع کیا گیا ہے، بلکہ حکم دیا گیا یا تو دونوں کو اتار دو یا دونوں پاؤں میں پہن لو۔

قابلِ غور بات

یہاں ایک اور حکمت یہ بھی ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی خواہش یہ ہے کہ مسلمان جب معاشرے میں آئے تو اس کا منظر، شکل وصورت، وضع قطع مناسب اور درست ہو، سر کے بعض حصہ کا مونڈنا اور بعض کا چھوڑ دینا مسلمان کے وقار اور خوبصورتی کے منافی ہے، اور ساتھ ہی اس اسلامی شخصیت کے بھی منافی ہے، جس کے ذریعہ ایک مسلمان دوسری ملتوں اور عقائد سے ممتاز اور دیگر مختلف قسم کے ناشائستہ، بے ہودہ اور بدکار لوگوں سے الگ تھلگ ہوتا ہے۔

موجودہ صورت حال

افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے والدین اور تربیت کرنے والے ان احکامات سے مکمل طور پر نا آشنا ہیں ۔اسلام کی نظر میں ناواقفیت کوئی عذر نہیں ہے اور دینی امور اور بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں جن احکامات اور امور کا جاننا ضروری ہے، اس میں کوتاہی اور تقصیر کرنا قیامت میں اس بازپرس سے نہیں بچا سکتا جو انسان سے روزِ محشر میں اس کا فرائض وذمہ داریوں کے سلسلہ میں ہوگی۔

بچے کی طرف سے چاندی صدقہ کرنا سنت

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسن وحضرت حسین وحضرت زینب وحضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہم کے سروں کے بال وزن کر کے اتنی مقدار میں چاندی صدقہ کی۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے عقیقہ میں ایک بکری قربانی کی اور آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے فرمایا کہ اس کا سر صاف کردو اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کردو، ہم نے بالوں کا وزن کیا تو وہ ایک درہم کے برابر یا اس سے کچھ کم تھا۔

اس حدیث شریف میں آپ ﷺ نے عقیقہ کے ساتھ ایک دوسرے مستحب کا حکم فرمایا کہ بچے کی طرف سے ایک کام یہ ہے کہ عقیقہ کیا جائے اور دوسرا یہ ہے کہ اس کے بال صاف کر کے اس کے وزن کے بقدر چاندی صدقہ کی جائے، یہ عمل بھی مستحب ہے۔

عقیقہ کے بارے میں علامہ ابن القیم فرماتے ہیں کہ یہ سنت ہے اور والدین پر اللہ کی نعمت کی وجہ سے مقررہ عبادت ہے اور اس میں ایک موروثی راز یہ بھی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے مینڈھا قربان کیا گیا تھا تو آپ کے بعد آپ کی اولاد میں بھی یہ طریقہ جاری کیا گیا کہ وہ بھی اپنی اولاد کی طرف سے جانور ذبح کریں اور اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ یہ اس بچے کے لئے ولادت کے بعد شیطان سے بھی بچاؤ کا ذریعہ ہے جیسا کہ رحم میں نطفہ ڈالتے وقت اللہ کے نام کا ذکر اس کے لئے شیطان کے ضرر سے حفاظت کا سبب ہے، اللہ تعالی نے اس قربانی کو بچے کے لئے شیطان کی قید سے چھٹکارے کا بھی سبب بنایا ہے، کیونکہ اس دنیا میں آنے کے ساتھ ہی شیطان اس کے ساتھ چپک جاتا ہے اور اس کے پہلو میں ضربیں لگاتا ہے تو یہ حقیقت میں شیطان کی قید سے بدلہ اور غلامی سے چھٹکارے کے لئے ہے، اس بچہ کے دنیا میں آنے سے پہلے ہی شیطان گھات میں تھا، اور جب بچہ اس دنیا میں آتا ہے تو اس کا دشمن اس کی طرف بڑھتا ہے اور اپنے ساتھ لگاتا ہے، اور کوشش کرتا ہے کہ اس کو اپنے قبضہ میں قید رکھے باقی تمام پیروکاروں اور دوستوں میں سے سب سے بڑھ کر وہ اسی چیز کی کوشش میں ہوتا ہے اور اکثر نومولود اس کے لشکری اور نام لیوا ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی نے سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا:

﴿ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ﴾ (۱)

''اور ساجھا کران سے ان کے اموال اور اولاد میں اور ان کو وعدے دلا''

اور دوسری آیت میں اللہ تعالی کفار اور مشرکین کے بارے میں فرماتے ہیں ''تحقیق ہم

---

(۱) سورۃ اسراء:۶۴.

کر دکھایا ان پر شیطان نے اپنا گمان، پس ان نامرادلوگوں نے اس شیطان کی پیروی کی''،ان آیات میں اللہ تعالی نے جو بیان فرمایا اسی کے مطابق شیطان بچے کو بھی یرغمال بناتا ہے تو اللہ تعالی نے والدین کے ذمے لگایا کہ اس بچے کو شیطان کی یرغمالی سے قربانی کے بدلے آزاد کرائیں اور اگر اس کی طرف سے جانور ذبح نہ کیا جائے تو وہ اس کے ساتھ قید میں ہی رہے گا، اسی لئے تو حضور ﷺ نے فرمایا بچہ اپنے عقیقے کے ساتھ مقید ہوتا ہے،اس کی طرف سے خون بہاؤاور اس سے گندگی دور کرو،تو شریعت نے اس کی طرف سے ایسے خون کے بہانے کا حکم دیا جس سے اس کو قید سے خلاصی ہو،اگر یہ قید والدین کے متعلق ہوتی تو یوں کہا جاتا کہ اپنی طرف سے خون بہاؤ تا کہ تمہاری اولاد کی سفارش تمہاری یاد دلائے اور جب شریعت نے اس سے ظاہری اور باطنی گندگی دور کرنے کا حکم فرمایا اور خون بہانے کا بھی جو اس کی باطنی گندگی کو دور کرتی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ عقیقہ بچے کو ظاہری اور باطنی دونوں گندگیوں سے خلاصی دلاتا ہے۔

اس سنت کی ادائیگی کی برکت سے اسلام برائی کے وہ تمام بیج جڑ سے اکھاڑ دیتا ہے جس کا لڑکے کو مستقبل میں واسطہ پڑ سکتا ہے اور اسی لمحہ بچہ اور بچی کی تخلیق میں ادب کے مقام کی بھی تعلیم دیتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی زندگی کو جسمانی اور روحانی طریقے سے اس طرح تیار کیا جائے کہ آخرت کی نا ختم ہونے والی زندگی کے لئے تکمیل کا سبب بن جائے۔

اولاد ملنے سے پہلے اور بعد میں انسان کا مزاج

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا جب عورت امید سے ہو جاتی ہے تو میاں بیوی دونوں مل کر خوب دعائیں مانگتے ہیں کہ اگر اللہ نے ہمیں صحیح اولاد دے دی تو ہم شکر گزار بنیں گے،اور جب اللہ ان کو صحیح صالح اولاد دے دیتا ہے تو اللہ کے دیے ہوئے پر شرک کرنے لگتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ امید کے زمانے میں دونوں خوب گڑگڑا کر دعائیں مانگتے ہیں منتیں

مانتے ہیں کہ خیر وعافیت سے زچہ بچہ کا معاملہ طے ہوجائے اور جب دونوں صحیح سالم تندرست ہو جاتے ہیں خطرات سے نکل جاتے ہیں تو اب اللہ کی نافرمانی میں مبتلا ہوجاتے ہیں شرک کرنے لگتے ہیں ۔مثلاً بے ہودہ اور فضول نام رکھنا شروع کردیتے ہیں، عقیقے کے موقع پر نافرمانیاں کرتے ہیں اس مستحب عمل کے موقع پر بے شمار گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہے یہ کوئی دانشمندی تو نہیں ہے۔

﴿بچے کی تربیت﴾

تمام انبیاء نے آخر میں آپ ﷺ نے بھی اس چند روزہ دنیوی زندگی کے بارے میں یہی بتایا کہ دراصل آنے والی اخروی زندگی کی تمہید اور اس کی تیاری کے لئے جو اصل اور حقیقی زندگی ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی جسے خوشی مل گئی ہمیشہ کے لئے خوشی اور جو ناکام ہوگیا ہمیشہ کے لئے ذلت وخواری اور رسوائی میں گرفتار ہوگیا، اس نقطۂ نظر کا قدرتی اور لازمی تقاضا یہ ہے کہ دنیا کے سارے مسئلوں سے زیادہ آخرت کو بنانے اور وہاں کی فوز وفلاح حاصل کرنے کی فکر کی جائے، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ہر صاحب اولاد پر اس کی اولاد کا یہ حق بتلایا ہے کہ وہ بالکل شروع ہی سے اس کی دینی تعلیم وتربیت کی فکر کرے، اگر اس میں کوتاہی کرے گا تو قصوروار ہوگا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِفْتَحُوْا عَلٰى صِبْيَانِكُمْ أَوَّلَ كَلِمَةٍ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَقِّنُوْهُمْ عِنْدَ الْمَوْتِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" (۱)

"اپنے بچوں کی زبان سے سب سے پہلے لا الہ الا اللہ کہلواؤ اور موت کے وقت ان کو اسی کلمہ یعنی لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو"

انسانی ذہن کی صلاحیتوں کے بارے میں جدید تجربات اور تحقیقات سے یہ بات

---

(۱) شعب الایمان، التاسع والثلاثون، باب فی حقوق الوالدین ۔

ثابت ہو چکی ہے اب گویا یہ بات مسلم ہے کہ پیدائش کے وقت ہی سے بچے کے ذہن میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ جو آوازیں وہ کان سے سنے اور آنکھوں سے جو کچھ دیکھے اس سے اثر لے لیتا ہے رسول اللہ ﷺ نے پیدا ہونے کے بعد بھی بچے کے کان میں اذان وا قامت پڑھنے کی جو ہدایت فرمائی اس سے بھی یہ صاف اشارہ ملتا ہے کہ بچہ جو کچھ سنتا ہے وہی بولتا ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت سعید بن عاص رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی باپ نے اپنی اولاد کو کوئی عطیہ اور تحفہ حسن ادب اور اچھی سیرت سے بہتر نہیں دیا یعنی باپ کی طرف سے اولاد کے لئے سب سے اعلی اور بیش بہا تحفہ یہی ہے کہ ان کی ایسی تربیت کرے کہ وہ شائستگی اور اچھے اخلاق وسیرت کے حامل ہوں، دوسری حدیث میں آپ ﷺ اس طرح فرماتے ہیں کہ اپنی اولاد کا اکرام کرو، اور اچھی تربیت کے ذریعے ان کو حسن ادب سے آراستہ کرو۔

اولاد کا اکرام یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالی کا عطیہ اور اس کی امانت سمجھ کر ان کی قدر اور ان کا لحاظ کیا جائے حسب استطاعت ان کی ضروریات کا بندوبست کیا جائے اور ان کو اپنے اوپر بوجھ اور مصیبت نہ سمجھا جائے۔

اسلامی طریقہ تربیت

یہ بات مشاہدہ سے ثابت ہے کہ اگر بچے کو کسی ایسے کام سے روک دیا جائے جسے وہ اپنا کھیل سمجھتا ہو اور ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ بچہ اس کام کے رکنے سے بجائے اس کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ یہ کوئی اچھا کھیل ہے جس سے مجھے والدین روکتے ہیں، لہذا ان سے چھپ کر یہ کھیل کھیلنا چاہیے

اور اسی طرح اگر بچے سے کوئی غلطی یا لغزش ہو جاتی ہے تو اس سلسلے میں اسلام بچے کی

اصلاح کا طریقہ یہ بتلاتا ہے کہ نرمی و پیار سے اسے اس کی غلطی پر متنبہ کیا جائے ،اور مضبوط دلیلوں اور مثالوں سے اس کو باور اور ذہن نشین کرایا جائے کہ اس سے جو حرکت سرزد ہوئی وہ قابل نفرت اور موجب ترک ہے ، جب بچے کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے تو بچہ دوبارہ وہ کام کرنے پر جرأت نہیں کرتا اگر وہ اس سے سمجھ جائے اور مطمئن ہو جائے تو مقصد چونکہ اس کی اصلاح کرنا ہے تو اس سے رک جانے سے اس کی کجی کی اصلاح ہوگئی لہذا مزید ڈانٹ ڈپٹ ، مار پیٹ اور برا بھلا کہنے کی ضرورت نہیں ، خصوصاً یہ دیکھا جاتا ہے کہ جب بچہ کوئی شرارت کرگزرتا ہے تو گھر والے بالخصوص عورتیں اس کو لعنت کرتی ہیں اور بد دعائیں دیتی ہیں یہ انتہائی بری خصلت ہے اس لئے کہ اگر وہ بد دعا اور لعنت اس کے حق میں قبول ہو جاتی ہے اور خدانخواستہ وہ اس میں گرفتار ہو جاتا ہے تو بچہ ہونے کے ناطے کل اس کی پریشانی انہی والدین کے سر ہوگی لہذا اپنے کل کو بگاڑنے سے بہتر ہے کہ اپنے آج کو اس طرح گزارا جائے کہ جس میں اپنے کل کی زندگی کے لئے اسباب مصیبت تیار نہ کئے جائیں ۔

سزا دینے کا یہ نرم طریقہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے ،اس کا ایک نمونہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت سے ملتا ہے ۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ ایک نوجوان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے نبی ! کیا آپ مجھے زنا کی اجازت دیں گے ؟ یہ سن کر لوگ اس پر برس پڑے ، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس کو میرے قریب کردو پھر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا نزدیک آجاؤ وہ قریب آکر آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ کوئی تمہاری ماں سے زنا کرے ؟ اس نے جواب دیا میں آپ پر قربان ہو جاؤں میں تو یہ پسند نہیں کروں گا ، تو پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اسی طرح اور لوگ بھی اپنی ماؤں کے

بارے میں یہ پسند نہیں کرتے، پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم یہ اپنی بیٹی کے لئے پسند کرو گے تو اس نے کہا کہ نہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اسی طرح اور لوگ بھی یہ اپنی بیٹی کے لئے پسند نہیں کرتے، پھر آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا یہ بات اپنی بہن کے لئے پسند کرو گے اس نے عرض کیا جی نہیں اللہ تعالی مجھے آپ پر قربان کردے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اسی طرح اور لوگ بھی یہ بات اپنی بہن کے لئے پسند نہیں کرتے، پھر آپ ﷺ نے اس کے سامنے چچی اور پھوپھی کا تذکرہ فرمایا اور وہ ہر مرتبہ یہی کہتا رہا جی نہیں اللہ تعالی مجھے آپ پر قربان کردے، پھر نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک اس کے سینے پر رکھا اور فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبَهُ وَاغْفِرْ ذَنْبَهُ وَحَصِّنْ فَرْجَهُ" (۱)

"اے اللہ اس کے دل کو پاک صاف کردے اور اس کے گناہوں کو معاف فرمادے اور اس کی شرمگاہ کو محفوظ رکھ"

چنانچہ جب وہ نوجوان رسول اللہ ﷺ کے پاس سے اٹھے تو ان کی حالت یہ تھی کہ ان کو زنا سے زیادہ کوئی اور چیز مبغوض اور ناپسندیدہ نہ تھی۔

اس حدیث سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ بندے کو سمجھانے کے لئے ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہئے جو بات آپ اسے سمجھانا چاہتے ہیں وہ اس کے سامنے اس طرح ظاہر ہو جائے کہ اس کی قباحت اور برائی اس کے دل میں بیٹھ جائے اسی طرح بچے کے لئے اگر یہی طریقہ اختیار کیا جائے کہ اسے بات سمجھانے میں ایسا طرز اختیار کیا جائے کہ جس سے بچہ ناروا اور برا کام چھوڑنے پر از خود راضی ہو جائے تو اس کا فائدہ سب سے زیادہ یہ ہوگا کہ اسی کام پر دوبارہ بچے کو ڈانٹنے اور مارنے کی ضرورت کبھی نہیں پڑے گی۔

---

(۱) احیاء علوم الدین، کتاب الأمر بالمعروف والنهی عن المنکر، باب فمن ذلک منکرات المساجد.

بچوں کی تعلیمی تربیت

واضح رہے کہ بچوں کو تعلیم کے لحاظ سے ابتداء ہی سے کنٹرول کیا جا سکتا ہے اگر ابتداء ہی سے بچے کو اچھی تعلیم اور تربیت میں لگا دیا تو وہ اس کے ذہن میں اس طرح پختہ ہو جاتا ہے کہ اس کے بعد کوئی تعلیم اور کوئی ماحول بھی اسے خراب نہیں کر سکتا اور اگر ابتداء یہ سوچ کر کہ ابھی چھوٹا ہے اسے انگلش پڑھا دی جائے اور اسے بغیر کسی پابندی کے رہنے دیا جائے، بڑا ہوگا تو اسے دینی تعلیم و تربیت بھی سکھا دیں گے تو یہ بات ایسی ہے جیسے فارسی میں کہا جاتا ہے ''ایں خیال است ومحال است جنون'' یہ ایک خیال اور دل کی تسلی تو ہو سکتی ہے البتہ حقیقت میں اس کو عملی جامہ پہنانا مشکل بلکہ ناممکن ہوتا ہے حدیث شریف میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

''جو بچہ بچپن میں علم حاصل کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے پتھر پر کوئی چیز نقش کر دی جائے، اور جو بڑی عمر میں علم سیکھتا ہے اس شخص کی مثال ایسی ہے جو پانی پر کچھ لکھتا ہے''۔

اس حدیث شریف سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ بچے کو سب سے پہلے دینی تعلیم و تربیت دی جائے جب بچہ اس میں پختہ ہو جائے تو اس کے بعد جو ضرورت ہو خواہ اسے دنیاوی تعلیم کے لئے داخل کر دیا جائے یا اس کے علاوہ ذریعہ معاش کے کاریگر اور ہنر وغیرہ سیکھنے کے لئے بھیج دیا جائے، کیونکہ جو باتیں بچپن سے اس کے ذہن میں ہیں وہ پتھر پر نقش کی طرح ہیں یعنی انھیں نکال کر ختم نہیں کیا جا سکتا جس کی وجہ سے بچے کا دین داری سے گمراہ ہو جانے کا خطرہ کم ہو جاتا ہے۔

بچوں کے ساتھ نرمی

حدیث شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتی ہیں:

"إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُوْنُ فِيْ شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ"(1)

''جس چیز میں بھی نرمی اختیار کی جاتی ہے تو وہ نرمی اسے مزین کر دیتی ہے، اور جس چیز سے نرمی رخصت ہو جاتی ہے تو نرمی کا رخصت ہونا اسے عیب دار بنا دیتی ہے''

حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ ﷺ بچوں سے انتہائی محبت فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک دیہاتی آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا، اور آپ ﷺ کسی بچے سے پیار فرما رہے تھے تو اس نے کہا آپ بچوں سے اتنی محبت کرتے ہیں؟ خدا کی قسم میں نے اپنے بچے کو کبھی اٹھایا تک بھی نہیں تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا جو بندہ نرمی سے محروم ہو گیا گویا وہ تمام بھلائیوں سے محروم رہ گیا۔

ان احادیث میں نرمی کا معاملہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بچے کی تحقیر و تذلیل اور اس کو ہمیشہ ڈانٹنا، جھڑکنا خصوصاً دوسرے بچوں کے سامنے اسے برا بھلا کہنا اور مارنا، پیٹنا بچے میں احساس کمتری اور نقص اور کمی کا شعور پیدا کرنے کا سب سے بڑا سبب ہے اور بچے کے نفسیاتی اور اخلاقی انحراف کی یہی سب سے بڑی وجہ ہے، اس مرض کا سب سے بہترین علاج یہی ہے کہ اگر بچہ کوئی غلطی کرے تو اسے نرمی اور پیار سے تنبیہ کر دی جائے، اور ساتھ ہی اسے ایسے طریقے سے سمجھایا جائے جس سے آئندہ کے لئے وہ غلطی سے باز آجائے، والدین کو چاہئے کہ اگر بچے کو ڈانٹنے اور سرزنش کرنے کی ضرورت ہو تو دوسروں کے سامنے ایسا نہ کرنا چاہئے اور ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ والدین بچے کی اصلاح اور اس میں پائی جانے والی کمی کو دور کرنے کے لئے شروع میں نہایت نرم اور اچھا طریقہ اختیار کریں جو اصلاح اور تربیت کا سب سے عمدہ اور بہترین طریقہ ہے، یہ طریقہ اختیار کرنے سے اگر بچہ باز نہ آئے تو

---

(1) الصحیح لمسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب الرفق.

اس کے بعد اسے ڈانٹنا اور سرزنش کرنا بھی ضروری ہے۔

بچے سے بے جانرمی کرنا بھی نقصان دہ ہے

مطلب یہ ہے کہ اگر بچے کو کسی بھی برے کام پر منع نہ کیا جائے اور روکا نہ جائے یہ بھی بچے کے نفسیاتی اور اخلاقی انحراف کے عوامل میں سے خطرناک عامل اور بچے کے مستقبل کو خراب کرنے کا سب سے بدترین سبب ہے اس لئے کہ عام طور اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بچہ اپنے اندر احساس کمتری اور نقص کا اور ادراک وشعور کی کمی کا شکار ہو جاتا ہے، پھر اس کی وجہ سے مستقبل میں ہونے والے نقصانات کا ازالہ ناممکن ہو جاتا ہے کہ جب بچے کو ایک غلط کام کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے اور اس پر جری ہو جاتا ہے اور دیکھتا ہے کہ مجھے اس پر کوئی روکنے والا نہیں، پھر عادت بن چکنے کے بعد اگر اسے روکا جائے تو وہ رکنے کے بجائے اسے اور زیادہ کرنے کی کوشش کرے گا جس سے فائدہ کے بجائے نقصان کا خطرہ زیادہ ہے، اس کی مثال یوں سمجھو کہ ایک تناور درخت ہے جب وہ چھوٹا ہے آپ اسے جدھر چاہیں موڑ سکتے ہیں، اگر چاہیں اسے بالکل سیدھا کھڑا کرنا ہے تو تھوڑی سی محنت کے ساتھ اسے سیدھا کیا جا سکتا ہے، اور اگر چاہیں کہ اسے بیل دار درخت کی طرح بنایا جائے تو بھی ممکن ہے کہ کچھ مشقت کے ساتھ اسے اس شکل میں ڈھال دیا جائے، البتہ جب وہ بڑا ہو جاتا ہے اور وہ اپنی انتہاء کو پہنچ کر مضبوط ہو جاتا ہے تو اس کے بعد اگر آپ چاہیں کہ ایک طرف جھکنے کے بجائے دوسری طرف کو جھکایا جائے تو اب وہ تنا ٹوٹ تو سکتا ہے لیکن ایک طرف سے دوسری طرف موڑنا ممکن نہیں ہوگا، بالکل یہی طریقہ ہے بچوں میں اگر بچپن میں ان کی نگرانی کی جائے اور ان پر نظر رکھی جائے اور برے کام سے انھیں منع کیا جائے اور انھیں اچھی عادات سے سنوارا جائے، اور اس کے اخلاق عمدہ کر دیے جائیں تو یہ سب کام با آسانی ہو سکتے ہیں، اگر بڑا ہونے تک اسے بالکل عیاش اور ناز نخرے میں رکھا تو اس کے بعد اسے کنٹرول

میں کرنا، اوراس کے اخلاق کوسنوارنا، اوراسے ادب سکھانا انتہائی مشکل ہوجاتا ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ اب ناممکن ہے تو یہ بھی بجا ہوگا لہذا والدین کو بچوں کے ناز نخرے اٹھانے میں غلو نہیں کرنا چاہئے اورانھیں ناز ونخرے میں پالنے کے بجائے انھیں اچھی عادت اوراچھی خصلت کے مطابق ڈھال کراس کی پرورش کی جائے، اورضرورت سے زیادہ بچے سے ایسا تعلق نہ رکھا جائے کہ وہ بڑا ہونے کے بعد والد کووالد اور والدہ کواپنی ماں سمجھنے کے بجائے اپنے دوست کی طرح بدکرداری اوربداخلاقی سے پیش آئے۔

بچے کوشروع ہی سے خوداعتمادی اپنے کام کوذمہ داری کے ساتھ نبھانے والا جفاکش جرأت منداورکسی اچھے کام پراقدام کرنے کی صورت میں اسے پوراکرنے پرپرعزم اورحق کے اظہارکے لئے تربیت دیناچاہئے تاکہ بچہ اپنی حیثیت کومحسوس کرے اوراسے اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کرنے کا احساس اورعادی بن جائے تواس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جب یہ عادت بن جائے گی توکسی بھی کام میں آپ کواس کی نگرانی میں رہنے یااس کے بارے میں بدگمانی کی ضرورت نہ رہے گی۔

نیز بچے کو بے جا عیش وعشرت، آوارگردی کا عادی نہیں بنانا چاہئے حدیث شریف میں آتا ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ آپ ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

"اِیَّاکَ وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰہِ لَیْسُوْا مِنَ الْمُتَنَعِّمِیْنَ" (۱)

"اپنے آپ کوعیش وعشرت کی زندگی بسرکرنے سے بچاؤاس لئے کہ اللہ کے بندے عیش وعشرت میں پڑنے والے نہیں ہوتے"

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ دنیا کی زندگی مؤمن کے لئے قیدخانہ کی مثل ہے اور کافرکے لئے جنت کی مثل ہے توان احادیث سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ خودبھی عیش وعشرت کے

---

(۱)مشکاۃ المصابیح، کتاب الرقاق، الفصل الاول.

عادی نہ بنیں، کیونکہ یہ دنیا کی زندگی ایک امتحان کی مثل ہے، اور اصل زندگی وہ ہے جو اس کے بعد آنے والی ہے اس لئے بچوں کو بھی شروع ہی سے اس بات کا عادی بنایا جائے کہ وہ زندگی گزارنے میں سادگی اور میانہ روی اختیار کریں۔

محترم والدین! اگر آپ اس بات کے خواہش مند ہیں کہ آپ اس تعلق اور ارتباط کو صحیح اور مکمل طریقے سے قائم رکھیں تو آپ کو اس طرف بھی توجہ کرنا ضروری ہوگا کہ بچے کی اصلاح اس کے کردار اور اس کے اخلاق کی درستگی میں ایمانی اور اسلامی تربیت کو ملحوظ خاطر رکھیں، اس لئے کہ جب ابتداء سے بچے کی تربیت ہی اس طرح ہوگی کہ اس کا اللہ تعالی پر ایمان کامل اور اللہ تعالی کی توحید اور رسالت کے اقرار کے ساتھ ساتھ اس کے دل میں یہ بات گھر کر چکی ہوگی کہ اللہ تعالی ظاہر و باطن سب کو دیکھ رہا ہے اور اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے میں اس ذات پاک سے ڈرتے رہنا چاہئے تو ظاہر ہے کہ اس کا اثر یہ ہوگا کہ وہ ایک کامل مکمل انسان اور نیک صالح نوجوان بن جائے گا جسے کوئی بھی مادی چیز بہکا نہ سکے گی، اور کوئی بھی خواہش اسے اپنا غلام نہیں بنا سکے گی، اور شیطان کو بھی جرأت نہ ہوگی کہ وہ اس پر غلبہ پالے اور اس کے دل میں نفس امارہ وسوسہ پیدا نہ کر پائے گا اور ایسی صورت حال میں اگر اسے کوئی پری پیکر، حسن و جمال اور عزت و عہدہ کی مالک عورت بھی اپنی طرف راغب کرنا چاہے گی تو تب بھی وہ یہ کہے گا کہ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں اور اگر بے علم و عقل اور جاہل قسم کے لوگ اس کے دوست بھی بن جائیں اور وہ اس کے لئے گناہ اور فحشات کو مزین کر کے پیش کریں تب بھی وہ یہ کہے گا کہ میں اللہ کی ذات سے ڈرتا ہوں اور اس ذات نے یہ کام حرام قرار دیے لہذا یہ میں کرنے پر تیار نہیں۔

والدین اگر بچے کی اصلاح و تربیت میں ذہنی پختگی اور روک ٹوک اور رابطہ و تعلق پیدا کرنے میں اسلام کے مثبت وسائل اختیار کریں گے تو بچہ ہر اس چیز سے دور رہے گا جو اس کے

جنسی جذبات کو ابھارنے والے اور اس کے اخلاق کو خراب کرنے والے اور کجروی اور فساد کے اسباب اور اخلاق کے منافی کاموں سے دور رہے گا بلکہ وہ معاشرے میں ہدایت کا چاند اور اصلاح کا سورج بن کر روئے زمین پر فرشتہ کی شکل میں چلے پھرے گا۔ اس لئے کہ اس کا نفس صاف شفاف، دل پاکیزہ، اخلاق شاندار اور معاملہ بہترین اور معاشرت اچھی اور تقوی وطہارت اعلی معیار کو پہنچی ہوئی ہوگی۔

کھانے پینے کے آداب میں بچوں کی تربیت

"عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِیْ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا فِیْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ یَدِیْ تَطِیْشُ فِی الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: سَمِ اللّٰهَ وَكُلْ بِیَمِیْنِکَ وَكُلْ مِمَّا یَلِیْکَ"۔ (۱)

''حضرت عمر و بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں (بچپن میں) حضور اقدس ﷺ کی گود میں (پرورش پاتا) تھا (ایک مرتبہ جو کھانا کھانے بیٹھے تو) میرا ہاتھ پیالے میں (ہر طرف) گھوم رہا تھا، آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ بسم اللہ پڑھ کر کھا اور داہنے ہاتھ سے کھا، اور جو حصہ تجھ سے قریب ہے اس میں سے کھا''۔

عمر و بن ابو سلمہ اپنا ایک واقعہ اسی زمانہ کا نقل فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا، حضور اقدس ﷺ کی گود میں پرورش پاتا تھا، ایک دن جو آپ کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھا تو میرا ہاتھ پیالے میں ہر طرف گشت کرنے لگا، کبھی ادھر ڈالا اور کبھی ادھر ڈالا، حضور اقدس ﷺ نے اس وقت تین نصیحتیں فرمائیں:

---

(۱) الصحیح للبخاری، کتاب الأطعمة، باب التسمیة علی الطعام.

۱) ...... **سَمِّ اللّٰہ** ...... یعنی اللہ کا نام لے کر شروع کر۔

۲) ...... **کُلْ بِیَمِیْنِکَ** ...... یعنی اپنے داہنے ہاتھ سے کھا۔

۳) ...... **کُلْ مِمَّا یَلِیْکَ** ...... جو حصہ تجھ سے قریب ہے اس میں کھا، یعنی پیالہ میں ہر جگہ ہاتھ مت ڈال، اپنی طرف جو پیالہ کا حصہ ہے اسی جانب ہاتھ ڈال کر کھا، دوسری روایات میں ہے کہ اگر پلیٹ میں ایک ہی طرح کی چیز نہ ہو بلکہ کئی چیزیں ہوں جیسے بادام، اخروٹ، منقی کھجوریں وغیرہ) کئی چیزیں بھری ہوئی ہوں تو اس میں اپنے قریب ہاتھ ڈالنا آداب میں سے نہیں ہے، بلکہ ہاتھ بڑھا کر جہاں سے جو چیز اٹھانا چاہے اٹھا سکتا ہے۔

اس حدیث میں کھانے کے چند آداب بتائے ہیں، اسلام سراسر احکام اور اعمال اور آداب کا نام ہے، حضور اقدس ﷺ معلم الایمان، معلم العبادات، معلم الاحکام، معلم الاخلاق اور معلم الآداب تھے، آپ ﷺ نے سب کچھ بتایا اور کر کے دکھایا، تا کہ امت کی تعلیم سے بھی ہو اور عملی طور پر بھی، آپ ﷺ کی ساری زندگی سراپا تعلیم و تربیت ہے، پیدائش سے لے کر موت تک کس طرح زندگی گزاری جائے؟ اور اجتماعی اور انفرادی حیثیت سے اپنے معاشرے کو کن اخلاق و آداب سے مزین کریں؟ اس کا جواب حدیث وسیرت کی کتابوں میں موجود ہے، آج کل نماز روزے کو تو کچھ لوگ اہمیت دیتے بھی ہیں، لیکن اخلاق و آداب کو کچھ بھی اہمیت نہیں دیتے، حالانکہ معلم انسانیت ﷺ نے آداب و اخلاق بھی بڑی اہمیت کے ساتھ بتائے ہیں جو سراسر فطرت انسانی کے موافق ہیں، جو لوگ اپنی معاشرت میں حضور اقدس ﷺ کے طور طریق استعمال نہیں کرتے کھانے پینے اور رہنے سہنے اور سونے جاگنے اور پہننے، اوڑھنے اور ارشادات نبویہ ﷺ کا لحاظ نہیں رکھتے ان کی زندگی انسانیت سے بعید اور حیوانیت سے قریب تر ہوتی ہے جس کا مشاہدہ عموماً ہوتا رہتا ہے۔

دورِ حاضر کے لوگوں نے کھانے پینے اور پہننے اور زندگی گزارنے کے دوسرے طریقوں میں یورپ اور امریکہ کے کافروں کو اپنا امام وپیشوا بنا رکھا ہے، ان خدا فراموش انسانوں کا جو بھی طریقہ سامنے آتا ہے اسے لپک کر قبول کر لیتے ہیں، اور بڑی جانثاری کے ساتھ ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں، تعجب ہے کہ ایمان تو لائیں سرورِ دوجہاں محمد رسول اللہ ﷺ پر اور عمل کریں ملحدوں اور نصرانیوں کے طریقوں پر بہت سے لوگوں کو تو اس میں اس قدر غلو ہے کہ حبیب رب العالمین ﷺ کے طرز زندگی کو اپنانے میں عیب سمجھتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ سنت نبوی ﷺ و اختیار کریں گے تو لوگ نام دھریں گے، انگلیاں اٹھائیں گے کہ فلاں آدمی بڑا دقیانوسی ہے ماڈرن نہیں ہے اللہ اکبر! کیسی ناسمجھی کے خیالات ہیں، اگر سنت نبوی ﷺ پر عمل کرنے کی وجہ سے کسی منکر اسلام نے کچھ کہہ ہی دیا تو اس سے کیا ہوتا ہے جس پر ہم ایمان لائے ہیں ہم اسی سے وابستہ ہیں وہی ہمارا آقا ہے ہم کو اسی کا طرز زندگی پسند ہے، اس کی وضع قطع لباس وغیرہ اور پورا طرز زندگی ہمارا یونیفارم ہے ہم اس کے ہیں اور وہ ہمارا ہے، اپنے آقا کی اتباع کرنے میں خفت محسوس کرنا احساس کمتری ہے، اور سراسر بے وقوفی ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (۱)

”آپ فرما دیجئے کہ اگر اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ غفور رحیم ہے“۔

اس آیت کریمہ میں بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے طرز پر زندگی گزارنے سے بندہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے ہمیں اللہ کی بارگاہ میں محبوب اور مقبول ہونا چاہئے، ہماری سعادت اسی میں ہے کہ اپنے آقا کی پیروی کریں، اور اپنی غلامی کا عمل سے ثبوت دیں، اللہ تعالی کی کتاب

---

(۱) سورۃ آل عمران: ۳۱.

قرآن مجید کے نزول اور اللہ تعالی کے رسول رحمۃ للعالمین ﷺ کی تشریف آوری کو تقریباً ڈیڑھ ہزار سال ہو رہے ہیں، ہمارا دین وایمان قرآن اور صاحب قرآن ﷺ سے وابستہ ہے وہ پرانے ہیں ہم بھی پرانے ہیں، اس میں عیب کی کیا بات ہے؟ آخر دوسری قومیں بھی تو طور وطریق اور وضع قطع، سج دھج میں اپنے بڑوں کا اتباع کرتی ہیں، اس میں یہ لوگ کوئی بے آبروئی محسوس نہیں کرتے اور فخر کرتے ہوئے اپنے دین کے شعار کو اختیار کرتے ہیں، اور اپنے بڑوں کی مردہ چیزوں کو زندہ کر رہے ہیں۔حالانکہ جن کو یہ لوگ مانتے ہیں وہ اس دنیا میں آنے کے اعتبار سے ہمارے رسول اللہ ﷺ سے بھی مقدم ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ وہ تو دقیانوسی نہ ہوئے اور ہم دقیانوسی ہو گئے؟ ذرا غور تو کرو، آخر کیا مصیبت ہے کہ ہمارے پیارے آقا ﷺ کے طرز زندگی کے بجائے دشمنوں کے طور طریق سیکھتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں۔

آخرت میں عزت وعظمت اور سرخروئی نصیب ہونے کی فکر کرنے والے یہی کوشش کرتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی جماعت میں شمار کر لئے جائیں اور وہاں کی رسوائی سے محفوظ رہیں۔سب سے بڑی رسوائی آخرت کی رسوائی ہے اس سے بچنے کے لئے دامن محمد رسول اللہ ﷺ سے وابستہ ہونا لازم ہے جو سردار انبیاء (علیہم السلام) اور سرور کونین ہیں۔

مسلمانو! نبی کی سنتوں پر مرمٹو، دنیا کے جاہلوں کی نظروں میں باعزت ہونے کے خیال سے آخرت کی رفعت وعظمت کو نہ بھولو، وہاں کی ذلت اور رسوائی بہت بڑی اور بہت بری ہے۔

ذیل میں ہم احادیث شریفہ سے اخذ کر کے اسلامی آداب جمع کر رہے ہیں۔کوشش یہ کی ہے کہ جو بات حدیث کا ترجمہ ہو، قولی حدیث ہو یا فعلی، ہر حدیث کے ختم پر کتب حدیث کا حوالہ ہے اسی لئے بہت سی جگہ چند آداب یکجا بیان کرنے کے بعد حوالہ دیا گیا ہے کیونکہ یہ سب ایک حدیث میں وارد ہوئے ہیں، کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، مہمانی، مہمان داری، سلام اور

ملاقات ، چھینک اور جمائی اور مجلس کے آداب الگ الگ بیان کئے گئے ہیں ، عنوان میں خصوصیت کے ساتھ دو آداب جمع کئے ہیں جو عورتوں اور لڑکیوں کے لئے مخصوص ہیں ، پھر متفرق آداب لکھ کر اس موضوع کو ختم کر دیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ آداب کا مطلب یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ آداب ہی تو ہیں ، عمل نہ کیا تو کیا حرج ہے ، یہ بہت بڑی نادانی ہے ، مومن کے لئے کیا یہ بہت بڑا حرج نہیں ہے کہ عمل کیا اور حضور اقدس ﷺ کے طریقہ کے موافق نہ کیا ؟ اور اتباع سنت کے ثواب سے محروم رہا ، پھر ان میں بہت سی چیزیں وہ ہیں جن کے خلاف عمل کرنا سخت گناہ ہے ، جیسے عورتوں کو مردانہ وضع قطع اختیار کرنا اور سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا اور تکبر کی وجہ سے کپڑے کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے چلنا ، اور جیسے کسی مسلمان کے سلام کا جواب نہ دینا وغیرہ وغیرہ ، اور بعض چیزیں ایسی ہیں جن کے ترک میں گناہ تو نہ کہا جائے گا ، لیکن اس کے ترک سے بڑے بڑے نقصانات کا اندیشہ ہے ، مثلاً مشکیزہ سے منہ لگا کر پینا (اس میں اندیشہ ہے کیڑا مکوڑہ پانی کے ساتھ اندر چلا جائے) اور جیسے کھانا کھا کر ہاتھ دھوئے بغیر سو جانا (اس میں اندیشہ ہے کہ کوئی جانور کاٹ لے) اور جیسے اس چھت پر سونا جس پر چاردیواری نہ ہو (اس میں سوتے سوتے نیچے گر پڑنے کا اندیشہ ہے) حضور اقدس ﷺ بہت بڑے شفیق تھے ، آپ ﷺ نے وہ باتیں بھی بتائیں جنہیں ہر عقلمند کو خود ہی سمجھ لینا چاہئے ، لیکن آپ کی شفقت نے یہ گوارا نہ کیا کہ اپنے لوگوں کی خود سمجھنے پر اعتماد فرما لیتے بلکہ ہر بات واضح طور پر سمجھا دی۔

کھانے پینے کے آداب

فرمایا رحمت کائنات فخر موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے کہ کھانے کی برکت ہے کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد وضو کرنا (یعنی ہاتھ دھونا اور کلی کرنا)۔

۱)۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھاؤ۔

۲)۔داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔

۳)۔اپنے پاس سے کھاؤ (یعنی برتن کے چاروں طرف ہاتھ نہ مارو) اپنی طرف سے کھاؤ۔

۴)۔بائیں ہاتھ سے ہرگز نہ کھاؤ، پیو، کیونکہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا پیتا ہے۔

۵)۔جو شخص جس برتن میں کھانا کھائے پھر اسے صاف کرے تو اس کے لئے برتن استغفار کرتا ہے۔

۶)۔جب تمہارے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو جو (تنکا وغیرہ) لگ جائے اس کو ہٹا کر لقمہ کھاؤ اور شیطان کے لئے مت چھوڑو۔

۷)۔جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو ہاتھ دھونے سے پہلے اپنی انگلیاں چاٹ لو تمہیں معلوم نہیں کہ کھانے کے کون سے حصے میں برکت ہے۔

۸)۔برتن کے درمیان سے نہ کھاؤ بلکہ کناروں سے کھاؤ، کیونکہ درمیان میں برکت نازل ہوتی ہے۔

۹)۔آپس میں ایک ساتھ مل کر کھایا کرو اور اللہ کا نام لے کر کھاؤ کیونکہ اس میں تمہارے لئے برکت ہوگی۔

۱۰)۔جب کھانا کھانے لگو تو جوتا اتار دو، اس سے تمہارے قدموں کو آرام ملے گا۔

۱۱)۔اونٹ کی طرح ایک سانس میں مت پیو بلکہ دو یا تین سانس میں پیو۔

۱۲)۔اور جب پینے لگو تو بسم اللہ کہو، اور جب پانی پی کر منہ سے برتن ہٹاؤ تو الحمد للہ کہو۔

۱۳)۔جو شخص (پانی وغیرہ کوئی چیز) پلانے والا ہو وہ سب سے آخر میں خود پینے والا

بنے۔

بچوں کو فحش جدت سے بچانا

آج کل کا ظاہر قاتل الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا کے فحش رسائل جو سمجھدار اور دیندار لوگوں کو اس طرح گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں دیکھنے والا ایسا سمجھتا ہے کہ یہ بندہ دین کی سمجھ رکھتا ہے یا نہیں حالانکہ وہ دینداری کے لحاظ سے اور صوم وصلاۃ کی پابندی کے لحاظ سے کسی حد تک پایا کمال کو پہنچا ہوا ہوتا ہے تاہم اگر بچوں کو اس لئے آزاد چھوڑا جائے تو ان کے مستقبل کے بارے میں سوائے اس کے کچھ نہ کہا جائے گا کہ وہ اپنی موروثی دینداری اسلام سے واقفیت صوم وصلاۃ کے پابند اور حیا اور پردہ داری حلال وحرام کی تمیز کو بھول کر عنقریب بعد میں آنے والی نسل ان اسلامی احکامات پر عمل کرنے والوں کو نعوذ باللہ قدامت پسند اور زمانہ کو پیچھے کی طرف لے جانے والے دیہاتی مزاج کہنے والے ہوں گے۔

میرے دوستو! بچوں کے خراب ہونے کا سب سے بڑا ذریعہ آج کل کے لحاظ سے جو ان کو بد اخلاق بدکرداری کا عادی بناتا ہے، اور انھیں اعتدال کی زندگی گزارنے کے بجائے مجرمانہ زندگی گزارنے کا ذریعہ بنتا ہے وہ یہ ہے کہ سینما دیکھنے، ناچ گانے ،فلموں اور ٹیلی وژن پر اور پولیس کی کاروائیاں اور حیا سوز مناظر سے بھری فلمیں اور گندے مناظر، اسی طرح وہ رسالے اور کتابیں جو مخرب اخلاق، جنسی واقعات اور کہانیاں اور شہوت انگیز قصوں پر مشتمل ہوتی ہیں ان سب کا غرض ومقصد شہوت کو بھڑکانا، اخلاق بگاڑنا شریف لوگوں کو جرم پر آمادہ کرنا جرائم پیشہ افراد سے نفرت قلبی کا ختم کرنا، برے کاموں پر جری کرنا ہوتا ہے، ان سے تو بڑوں کے اخلاق بھی خراب ہو جاتے ہیں چہ جائے کہ بچے اور وہ نابالغ لڑکے جو ابھی تک بلوغ کو نہیں پہنچے، جن میں سمجھداری ابھی تک ناقص ہوتی ہے۔

یہ واضح سی بات ہے کہ جب بچہ سمجھدار ہوتا ہے اور ہوش سنبھالتا ہے تو تصویریں اس کے ذہن پر نقش اور مشاہدات کے اس تصور میں جا گزیں ہو جاتی ہیں اور وہ لازمی طور پر خواستہ یا نخواستہ ان کی نقل کرنے پر اور ان لوگوں کی پیروی کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، قریب البلوغ بچے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نقصان دہ نہیں کہ وہ ایسے مناظر دیکھے جو اس کو ظلم پر جری کریں اور فساد پر اس کی ہمت بڑھائیں، اخلاق کی بربادی اور بے حیائی کی طرف متوجہ کریں، خاص کر یہ چیزیں اس وقت زیادہ نقصان دہ ہوتی ہیں جب بچہ بے لگام، آزاد، آوارا، عیش وعشرت اور لاڈلے پن میں زندگی گزارنے والا ہو، اور اس کی نگرانی اور دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ ہو۔ لہذا ضروری ہے کہ بچے کو اخلاق سکھانے کے لئے، اور باتمیز اور باکردار بنانے کے لئے اسے الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا کے فحش لٹریچر وغیرہ سے دور رکھا جائے۔

بچوں کی تربیت کا ایک واقعہ

ایک مرتبہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالی عنہما اپنے بیٹے یزید سے ناراض ہو گئے تو حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بندہ بھیجا تا کہ ان سے بچوں کے بارے میں ان کی رائے معلوم کریں تو انھوں نے کہا: بچے ہمارے دلوں کا پھل، اور ہماری پشت کا سہارا ہیں، ہم ان کے لئے ہموار زمین ہیں، اور سایہ فگن آسمان ہیں، لہذا اگر وہ تم سے کچھ مانگیں تو دے دیا کرو، اگر وہ ناراض ہو جائیں تو انھیں راضی کر لیا کرو اس لئے کہ وہ اس کے بدلے تمھیں اپنی محبت کا صلہ دیں گے، اور اپنی محنت کا پھل دیں گے، ان پر سختی نہ کرنا ورنہ وہ تمہاری زندگی سے تنگ ہو جائیں گے اور وہ تمہارے مرنے کی تمنا کریں گے، اس واقعہ سے والدین کو عبرت اور نصیحت حاصل کرنا چاہئے اور ان کے ساتھ لطافت اور نرمی برتنا چاہئے اور ان سے اچھا برتاؤ روا رکھنا چاہئے اور ان کی تربیت اور راہنمائی کے سلسلے میں سیدھا راستہ اختیار کرنا چاہئے تا کہ وہ بڑا

ہونے کے بعد اپنے والدین کی عزت کرنے والا اور کاموں میں ان کا ہاتھ بٹانے والا ، اور ان کے لئے آسانی کا متلاشی بن جائے جو والدین کے لئے بھی اور اس کے لئے دنیا و آخرت کے لحاظ سے ذخیرہ اور عمدہ پھل ہوگا۔

اولاد کی دینی تربیت

اللہ تعالی نے انسان کو اپنے احکامات کا مکلف بنایا ہے ان کی پابندی میں دنیا و آخرت کی کامیابی کا مدار رکھا ہے، والدین کو اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ وہ اپنی اولادوں کی ایمانی تربیت کریں ، ایمانی تربیت سے مقصود یہ ہے کہ جب سے بچے میں شعور اور سمجھ پیدا ہو اسی وقت سے اس کو ایمان کی بنیادی باتیں اور اصول سمجھائے جائیں اور سمجھدار ہونے پر اسے ارکان اسلام کا عادی بنایا جائے اور جب تھوڑا اور بڑا ہو جائے تو اسے شریعت مطہرہ کے بنیادی اصولوں کی تعلیم دی جائے ، نبی اکرم ﷺ نے والدین کو اولاد کی دینی و ایمانی تربیت کرنے کے لئے احکامات دیے جن پر عمل کر کے والدین اور اولادیں جہنم کی آگ سے محفوظ ہو سکتی ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کی نافرمانی سے بچو اور اپنی اولاد کو احکامات پر عمل کرنے اور جن چیزوں سے روکا گیا ہے ان سے بچنے کا حکم دو اس لئے کہ یہ تمہارے اور ان کے آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے“۔

سات سال عمر ہونے پر بچے کو عبادت کا حکم دینا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعٍ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ“ (1)

---

(1) سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ: 1/ 77.

"آپ ﷺ کا فرمان ہے تمہارے بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو انھیں نماز کی تاکید کرو، اور جب دس سال کے ہو جائیں تو نماز میں کوتاہی کرنے پر ان کو سزا دو، اور ان کے بستر الگ الگ کر دو"

اس حدیث مبارک میں تین احکام ارشاد فرمائے ہیں:

پہلا حکم

جب بچے سات سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز کا حکم کرو، عبادات میں سب سے اہم عبادت نماز ہی ہے اس لئے نماز کی تاکید کرنے کا حکم آیا اور جب نماز کی ادائیگی کا جذبہ پیدا ہو جائے گا اللہ کے باقی احکام بھی پورا کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگی اور نماز ہی وہ اہم عبادت ہے جس سے انسان کے نفس کی اصلاح ہوتی ہے اور غرور و تکبر جیسی مہلک بیماریوں سے نجات ملتی ہے۔

بچے میں نماز کا شعور کیسے بیدار کریں

بچے کو کبھی والد بلائے اور کوئی کام بتائے پھر بلائے اور کام بتائے اور بچے سے کہے کہ دیکھو آپ میرے بلانے پر آ گئے میری بات سن لی، اور کام کیا، یہ آپ نے میرے ڈر یا میری محبت کی وجہ سے کیا ہے اسی طرح جب ہمیں اللہ بلائے تو ہمیں جانا چاہئے اور اللہ پاک کا بلاوا کب اور کیسے آتا ہے؟ اب اذان کے معنی اور مطلب سمجھائے اور بتائے کہ جب میں نے آپ کو بلایا تو آپ کھیل چھوڑ کر میرے پاس آ گئے اسی طرح اللہ کے بلانے پر بھی آپ کو آ جانا چاہئے اور کھیل اور دیگر مصروفیات کو چھوڑ کر اللہ کے حکم نماز کی طرف آ جایا کرو اور اذان اللہ کا بلاوا ہے۔

اسی موقع پر بچے کو اللہ کی نعمتیں یاد دلائے اور اللہ کا تعارف کرائے تاکہ اس کے دل میں والدین سے کہیں زیادہ اللہ کی محبت پیدا ہو جائے۔

اپنی نگرانی میں نماز ادا کرائیں اگر بچی ہے تو والدہ اپنے برابر میں سے کھڑا کرے اور

اسے نماز سکھائے اور بچے کو والد اپنے ساتھ رکھے مسجد کے آداب سمجھائے اور پھر مسجد میں بھی لائے۔

دوسرا حکم

دس سال کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر مناسب سزا دیں تین سال آپ محنت کریں ان تین سالوں میں کسی حکم الٰہی میں کوتاہی پر نہ ماریں جب بچے کی عمر دس سال ہو جائے اب نماز نہ پڑھنے پر مناسب سزا دو حالانکہ ابھی اس بچے پر نماز فرض نہیں ہوئی اس لئے کہ فرضیت نماز بالغ ہونے پر آتی ہے مگر نماز اتنی اہمیت والی عبادت ہے کہ اس میں کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں، اور یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جب بالغ ہو جائے تو اس میں وہ نماز کی پابندی پہلے سے موجود ہو شریعت کا مکلّف بنتے ہی عمل شروع ہو جائے تا کہ کوئی نماز نہ چھوٹے۔

تیسرا حکم

تیسرا حکم یہ دیا گیا ہے ان کے بستر الگ کر دو، یہ حکم بھی بچوں پر دس سال کی عمر میں لاگو کیا جائے خواہ بچے ہوں یا بچیاں دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کو الگ الگ سلانے کا اہتمام کرو تا کہ کسی قسم کے غیر اخلاقی جرم کا شکار نہ ہوں۔

اولاد کو نبی علیہ السلام کی محبت سکھاؤ

ایک اور حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اپنے بچوں کو تین باتیں سکھلاؤ، اپنے نبی کریم ﷺ کی محبت اور ان کے اہل بیت کی محبت اور قرآن کریم کی تلاوت اس لئے کہ قرآن کریم یاد کرنے والے اللہ کے عرش کے سایہ میں انبیاء، اور منتخب لوگوں کے ساتھ اس روز ہوں گے، جس روز اس کے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا، اس حدیث میں بھی والدین کو حکم دیا کہ اپنی اولاد کو تین محبتیں سکھائیں۔

۱- نبی علیہ السلام کی محبت　　　۲-اہل بیت کی محبت　　　۳-قرآن کی محبت

نبی علیہ السلام کی محبت ایمان کا حصہ ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

"لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ"

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہے جب تک کہ (نبی اکرم ﷺ) میں اسے اپنے بیٹے، باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں"۔

شیخ بدرالدین عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ محبت کے تین اسباب ہیں:

(۱) کمال　　　(۲) جمال　　　جودوسخاء۔

یہ تینوں آنحضرت ﷺ کی ذات سے زیادہ کسی کی ذات میں موجود نہیں، آپ کا کمال شریعت مطہرہ سے ظاہر ہے، آپ کا جمال احادیث شمائل میں موجود ہے، آپ ﷺ کے روحانی وجسمانی بخشش وکرم کا تو کون اندازہ لگا سکتا ہے، پھر آپ ﷺ کی محبت تمام مخلوق سے زیادہ کیوں نہ ضروری ہو ماں، باپ، بیٹے کی محبت طبعی ہے، اور آپ ﷺ کی محبت محبتِ عقلی ہے، جنگ احد میں ایک انصاری عورت کا باپ بھائی شوہر تینوں شہید ہو گئے، جب اسے خبر ملی تو اس نے دریافت کیا کہ نبی ﷺ خیریت سے ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں خیریت سے ہیں، اس نے کہا چلو مجھے دکھلاؤ تا کہ میں خود آپ کے چہرۂ انور کو دیکھ لوں، جب اس نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا تو بولی جب آپ زندہ ہیں تو ہر مصیبت آسان ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ کی ذات انور ہمیں اپنے مال واولاد اور والدین اور پیاس کی حالت میں سرد پانی سے بھی زیادہ پیاری تھی۔

قاضی عیاض نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا

آپ ﷺ اپنے اہل وعیال سب سے زیادہ محبوب ہیں، مجھے آپ کی یاد آتی ہے تو صبر نہیں آتا جب تک یہاں آکر آپ کو دیکھ نہیں لیتا اب غم یہ ہے کہ وفات کے بعد آپ تو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوں گے وہاں میں آپ کو کیسے دیکھا کروں گا اس موقع پر یہ آیت اتری جو آپ ﷺ نے اس شخص کو بلا کر یہ آیت سنادی:

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ (۱)

''جولوگ اللہ اور رسول کا کہنا مانتے ہیں وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا کا انعام ہے یعنی نبی، صدیق، شہید اور نیک لوگوں کی صحبت بڑی غنیمت ہے''۔

نبی علیہ السلام کی محبت اولا دوں کے دلوں میں کیسے بٹھائی جائے

نبی ﷺ کی محبت اولاد کے دلوں میں بٹھانے کے لئے چند اعمال ضروری ہیں:

۱-آنحضرت ﷺ کے کمالات، احسانات، جود وسخا کے واقعات سنائے جائیں۔

۲-آپ کے کارناموں اور بہادری کے واقعات کو اولاد کے سامنے اجاگر کیا جائے۔

۳-سیرت کی کتابیں مہیا کی جائیں۔

۴-ہم مسلمان ہیں ہمارے گھر سیرت کی کتابوں سے خالی نہ ہوں۔

۵-آپ کی سنتوں کو بیان کیا جائے کھانے پینے رہن سہن اور دیگر زندگی کے متعلق مسنون اعمال کے تذکرے ہوں، سنت پر عمل کی ترغیب دی جائے۔

۶-موقع محل کی مبارک دعائیں یاد کرائی جائیں مثلاً صبح اٹھنے کی دعا، گھر سے نکلتے وقت کی دعا، حفاظت کی دعائیں وغیرہ اور بتایا جائے کہ دیکھو بیٹا نبی ﷺ نے آج کل کے حالات اور مشکلات، جانی خطرات سے بچنے اور حفاظت کے لئے کیسی مبارک دعائیں بتائیں

---

(۱) سورۃ النساء:۶۹.

ہیں، ان دعاؤں کو یاد بھی کرائے، اس طرح بچوں کے دلوں میں نبی ﷺ کی محبت بیٹھ جائے گی اور ان کے لئے نبی ﷺ کی پیروی کرنا آسان ہو جائے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اپنے بچوں کو تین باتیں سکھلاؤ: اپنے نبی کریم ﷺ کی محبت اور ان کے اہل بیت کی محبت اور قرآن کریم کی تلاوت اس لئے کہ قرآن کریم یاد کرنے والے اللہ کے عرش کے سایہ میں انبیاء، اور منتخب لوگوں کے ساتھ اس روز ہوں گے، جس روز اس کے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا، اس حدیث میں بھی والدین کو حکم دیا کہ اپنی اولاد کو تین محبتیں سکھائیں۔

۱- نبی ﷺ کی محبت　　　۲- اہل بیت کی محبت　　　۳- قرآن کی محبت

نبی ﷺ کی محبت اولاد کے دلوں میں کیسے پیدا کی جائے اس کی تفصیل گزشتہ قسط میں آپ سن چکے ہیں آج کی نشست میں باقی دو محبتوں کے تعلق تفصیل عرض ہے۔

اہل بیت سے محبت

اہل بیت سے نبی ﷺ کے گھر والے مراد ہیں یعنی ازواج مطہرات ہیں ان سے محبت رکھنا اور ان کو اپنی مائیں سمجھنا یہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے، ان کی عزت و تکریم کی جائے اور ان کے تقدس کی حفاظت کی جائے، آنجناب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اے لوگو! میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے اگر تم اس کے ساتھ تعلق رکھو اور اسے پکڑو تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے وہ اللہ کی کتاب ہے اور میری اولاد اور اہل بیت ہیں۔

اسی طرح اس مضمون کی متعدد روایات کتب حدیث میں مروی ہیں، اس حدیث میں اس بات کی نصیحت فرمائی گئی ہے کہ ان حضرات کے ساتھ مودت اور محبت سے پیش آنا ہوگا اور ان کی تعظیم ملحوظ رکھنا ہوگی اور ان کے حقوق کی رعایت کرنی ہوگی تاکہ ان پر مظالم نہ ہوں اور سختی نہ کی

جائے۔

مختصر یہ ہے کہ اللہ تعالی کی کتاب (قرآن مجید) کے ساتھ تعلق قائم کیا جائے اور اس پر عمل درآمد کیا جائے اور جناب نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور اولاد شریف رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسن معاملہ کیا جائے اور ان کے حقوق کو ملحوظ رکھا جائے ان کی توقیر و تعظیم پیش نظر رہے۔

نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات

(۱) ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبری بنت خویلد رضی اللہ تعالی عنہا (۲) ام المؤمنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا (۳) ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ بنت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہا (۴) ام المؤمنین سیدہ حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا (۵) ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ بنت ابو امیہ رضی اللہ تعالی عنہا (۶) ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ تعالی عنہا (۷) ام المؤمنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا (۸) ام المؤمنین سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا (۹) ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ بنت ابو سفیان رضی اللہ تعالی عنہا (۱۰) ام المؤمنین سیدہ حفصہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ تعالی عنہا (۱۱) ام المؤمنین سیدہ میمونہ بنت حارث بن حزن رضی اللہ تعالی عنہا۔

﴿نبی اکرم ﷺ کی اولاد﴾

نبی اکرم ﷺ کی بیٹیاں

(۱) حضرت زینب رضی اللہ عنہا (۲) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

(۳) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا (۴) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

چاروں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئیں۔

نبی اکرم ﷺ کے بیٹے

(۱) حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ جن کا نام طاہر اور طیب بھی ہے، (۲) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ، (۳) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کے یہ تینوں بیٹے بچپن میں انتقال کر گئے سن بلوغ تک کوئی نہ پہنچا۔

نبی اکرم ﷺ کے داماد

(۱) حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

نبی اکرم ﷺ کے سسر

(۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ۔

ان کے علاوہ تمام صحابہ نبی ﷺ کے اہل ہیں، اور صحابی اس ہستی کو کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں نبی ﷺ کو دیکھا ہو اور ایمان پر وصال ہوا ہو۔

صحابہ کے فضائل

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جس مسلمان نے مجھے دیکھا ہو اس کو اور جس نے مجھے دیکھنے والے کو دیکھا اس کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی"۔

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"سب سے بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں پھر جو ان کے بعد ہوں، اور پھر وہ جو ان کے بعد ہوں"۔

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تم سے اگر کوئی آدمی احد پہاڑ کے وزن کے برابر بھی سونا صدقہ کرے تو میرے ایک صحابی کے مٹھی بھر جو صدقہ کرنے کو بھی نہیں پہنچ سکتا''۔

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میرے صحابہ کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، میرے جانے کے بعد انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنانا اور جو ان سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرے گا، اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض رکھے گا اور جس نے ان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی، اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو تکلیف دی قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب دے گا''۔

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں تو کہو کہ لعنت ہو تمہارے شر پر''۔

صحابہ کے متعلق عقائد

(۱) ہر صحابی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا ایمان کا حصہ ہے کسی ایک سے نفرت و بغض رکھنا اپنے ایمان کو ضائع کرنا ہے۔

(۲) جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہے اور ان پر تبرا کرے ان سے مکمل قطع تعلق کر دو۔

(۳) تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امانت دار اور نیک و صالح اور گناہوں سے محفوظ

رہنے والے تھے۔

(۴) تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ سے محبت کا حق ادا کیا اور ہر ایک نے اپنے فرائض منصبیہ کو خوب انجام دیا۔

(۵) مشاجرات صحابہ یعنی ان کے باہمی اختلاف میں نہیں پڑنا چاہئے اس موضوع پر گفتگو نہ کی جائے۔

(۶) نبی ﷺ کے وصال کے بعد آپ کے دین کو اطراف عالم میں پہنچانے کا حق ادا کیا اور اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔

(۷) تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنتی ہیں، سب سے اللہ راضی ہوا اور وہ سب بھی اللہ سے راضی ہوئے۔

(۸) ساری دنیا کے علماء شہداء صلحاء مل کر بھی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے۔

(۹) تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں بے حد محبت کرنے والے اور کفار کے معاملے میں انتہائی سخت تھے۔

(۱۰) آخرت کو ترجیح دینے والے اور دنیا سے بہت دور رہنے والے تھے۔

یہ عقائد بچوں کے دلوں میں بٹھائیں اور ان بنیادوں پر ان کی تربیت کریں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان افروز اور بہادری کے واقعات

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان افروز واقعات اور بہادری کے قصے سنائیں تاکہ بچوں میں ایمانی جذبہ اور بہادری پیدا ہو، اس موضوع پر "حیاۃ الصحابہ" بہترین کتاب ہے۔

قرآن کی محبت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

"اپنے بچوں کو تین باتیں سکھلاؤ: اپنے نبی کریم ﷺ کی محبت اوران کے اہل بیت کی محبت اورقرآن کریم کی تلاوت اس لئے کہ قرآن کریم یاد کرنے والے اللہ کے عرش کے سایہ میں انبیاء، اورمنتخب لوگوں کے ساتھ اس روز ہوں گے، جس روزاس کے سائے کے علاوہ اورکوئی سایہ نہ ہوگا"۔

اس حدیث میں بھی والدین کو حکم دیا کہ اپنی اولاد کو تین محبتیں سکھائیں:

(۱) نبی ﷺ کی محبت (۲) اہل بیت کی محبت (۳) قرآن کی محبت

پہلے دو مضامین کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے اب تیسرے مضمون کی تفصیل درج ذیل ہے:

قرآن مجید کی عظمت اور فضیلت

قرآن کی فضیلت کے لئے بس اتنا کافی ہے کہ وہ کلام اللہ ہے اور اللہ کی حقیقی صفت ہے، دنیا میں جو کچھ بھی ہے یہاں تک کہ زمینی مخلوقات میں کعبۃ اللہ اورانبیا علیہم السلام کی مقدس ہستیاں، اور عالم غیب کی مخلوقات میں عرش، کرسی، لوح وقلم، جنت اور جنت کی نعمتیں اور اللہ کے مقرب ترین فرشتے، یہ سب اپنی عظمت کے باوجود غیر اللہ اورمخلوق ہیں، لیکن قرآن مجید اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی ہے، اوراس سے الگ کی کوئی چیز نہیں ہے، بلکہ اس کی حقیقی صفت ہے جواس کی ذات عالی کے ساتھ قائم ہے یہ اللہ پاک کا انتہائی کرم اوراس کی عظیم تر نعمت ہے کہ اس نے اپنے رسول امین ﷺ کے ذریعے وہ کلام ہم تک پہنچایا اور ہمیں اس لائق بنایا کہ اس کی تلاوت کرسکیں اوراپنی زبان سے اس کو پڑھ سکیں، پھراس کو سمجھ کر اس کو اپنی زندگی کا راہنما بنا سکیں۔

قوموں کا عروج وزوال اور قرآن

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب پاک (قرآن مجید) کی وجہ سے بہت سارے لوگوں کو اونچا کرے گا اور بہت ساروں کو نیچا کرے گا۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور بندوں کے لئے اس کا فرمان اور عہدنامہ ہے اس کی وفاداری اور تابعداری اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے اور اس سے انحراف اور بغاوت اللہ تعالیٰ سے انحراف اور سرکشی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے، جو قوم اور جو امت خواہ وہ کسی نسل سے ہو اس کا کوئی رنگ اور کوئی بھی زبان ہو قرآن مجید کو اپنا رہنما بنا کر اپنے کو اس کا تابعدار بنا دے گی، اللہ تعالیٰ اس کو دنیا و آخرت میں سربلند کرے گا اور اس کے برعکس جو قوم اور امت اس سے انحراف اور سرکشی کرے گی وہ اگر آسمان کی بلندیوں پر بھی ہوگی تو نیچے گرا دی جائے گی، یہ عقیدہ بچوں کے دلوں میں بٹھایا جائے اس طرح سے ان کے دل قرآن کی محبت سے منور رہوں گے۔

اہل قرآن سے محبت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قرآن مجید تمام چیزوں سے افضل ہے۔ جس نے قرآن کی تعظیم کی اس نے اللہ کی تعظیم کی اور جس نے قرآن کو ہلکا سمجھا اس نے اللہ کو ہلکا سمجھا، بے شک اہل قرآن پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے اللہ کے نور کا لباس پہننے والے، اللہ کے کلام کو سکھانے والے، جس نے ان سے دوستی کی اس نے اللہ سے دوستی کی اور جس نے ان سے دشمنی کی اس نے اللہ سے دشمنی کی۔

قرآن شفاعت کرنے والا ہے اور اس کی شفاعت قبول کی جائے گی، اور جس نے قرآن کو اپنے سامنے رکھا، قرآن اس کو جنت کی طرف لے کے جائے گا اور جس نے اس کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا تو قرآن اس کو جہنم کی طرف لے کے جائے گا۔

معاشرے میں وہ حضرات جو قرآن وحدیث کی خدمت میں مصروف ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا مقصد ہی قرآن کی نشر واشاعت بنایا ہوا ہے، ان کو احترام کی نگاہ سے دیکھا جائے، ان کی توہین وتذلیل کرنا، ان کا مذاق اڑانا، ان کی برائیوں کی تشہیر کرنا اللہ سے دشمنی مول لینے کے مترادف ہے اور ایسے حضرات کی تعظیم کرنا اللہ کی تعظیم کرنا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

تین واجب التعظیم شخص

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تین اشخاص کی تعظیم، اللہ کی تعظیم کی طرح ہے، بوڑھا مسلمان، حافظ قرآن جو نہ حد سے زیادہ تجاوز کرنے والا ہو (یعنی غلط خواں اور غلط طریقے سے تفسیر کرنے والا نہ ہو) اور نہ اس کی تلاوت سے دوری کرنے والا ہو، عدل وانصاف والا بادشاہ۔

قرآن کے حقوق

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے قرآن والو! قرآن کو اپنا تکیہ اور سہارا نہ بنا لو، بلکہ دن اور رات کے اوقات میں اس کی تلاوت کیا کرو جیسا کہ اس کا حق ہے، اور اس کو پھیلاؤ اور اس کو دلچسپی سے اور مزہ لے لے کر پڑھا کرو، اور اس میں تدبر کرو، امید رکھو تم اس سے فلاح پاؤ گے۔

اس حدیث میں قرآن کے چار حقوق بتائے گئے ہیں:

(۱) قرآن کو تکیہ نہ بناؤ یعنی اس کو دنیاوی اغراض کے لئے استعمال نہ کرو مثلاً قسمیں کھانا وغیرہ۔

(۲) اس کی تلاوت کرنا (۳) اسکی نشر واشاعت (۴) آیات میں غور وفکر کرنا۔

تلاوت پر ثواب

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے قرآن پاک کا ایک حرف پڑھا اس نے ایک نیکی کمائی اور یہ کہ ایک نیکی اللہ تعالی کے قانون کے مطابق دس نیکیوں کے برابر ہے (مزید وضاحت

کے لئے آپ ﷺ نے فرمایا) میں یہ نہیں کہتا (یعنی میرا مطلب یہ نہیں ہے) کہ "الم" ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے، اور میم ایک حرف ہے، (اس طرح "الم" پڑھنے والا بندہ تیس نیکیوں کے برابر ثواب حاصل کرنے کا مستحق ہوگا۔

تلاوت کرنے والوں کو مانگنے والوں سے زیادہ دیا جاتا ہے، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو قرآن نے مشغول رکھا میرے ذکر سے اور مجھ سے سوال اور دعا کرنے سے، میں اس کو اس سے افضل عطا کروں گا جو سائلوں اور دعا کرنے والوں کو عطاء کرتا ہوں، اور دوسرے کلاموں کے مقابلہ میں اللہ کے کلام کو ویسی ہی عظمت وفضیلت حاصل ہے جیسی اپنی مخلوق کے مقابلے میں اللہ کو۔

اللہ کے جس بندے کو اللہ کے کلام سے ایسا شغف ہو کہ وہ دن رات اسی میں لگا لپٹا رہتا ہو یعنی اس کی تلاوت میں اس کے یاد کرنے میں، اس کے تدبر اور فکر میں، یا اس کے سیکھنے سکھانے میں اخلاص کے ساتھ مشغول رہتا ہو، اور قرآن پاک میں اس ہمہ وقتی مشغولیت کی وجہ سے اس کو اللہ کے ذکر، اس کی حمد وتسبیح اور اس سے دعائیں کرنے کا موقع اس کو نہ ملتا ہو، تو وہ یہ نہ سمجھے کہ وہ خسارے میں رہے گا اور ذکر ودعا کرنے والوں کو اللہ تعالی جو کچھ عطا فرماتا ہے، وہ اس کو نہ پا سکے گا، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالی کا فیصلہ ہے کہ ایسے بندوں کو میں اس سے زیادہ اور اس سے بہتر دوں گا جو ذکر کرنے والے اور دعائیں مانگنے والے اپنے بندوں کو دیتا ہوں۔

دل کی صفائی کا سبب

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بنی آدم کے قلب پر اسی طرح زنگ چڑھ جاتا ہے جس طرح پانی لگ جانے سے

لوہے پر زنگ آجاتا ہے عرض کیا گیا کہ: حضور ﷺ دلوں کے اس زنگ کو دور کرنے کا کیا ذریعہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: "موت کو زیادہ یاد کرنا اور قرآن مجید کی تلاوت"۔

تلاوت قرآن کے آداب

(۱) باوضو قبلہ رو ہوکر دوزانوں بیٹھنا (۲) ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا کہ ہر حرف دوسرے سے جدا ہو جائے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ٹھہر ٹھہر کر ساتھ صرف سورہ بقرہ پڑھنا مکمل قرآن جلدی جلدی پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے (۳) رونے کی کوشش کرنا (۴) آیات کا حق ادا کرنا یعنی آیات سجدہ پر فوراً سجدہ کرنا (۵) جب جہنم کا یا اللہ کے عذاب کا ذکر آئے تو فوراً پناہ مانگنا اور جنت کا ذکر آئے تو رحمت طلب کرنا (۶) کلام پاک کی عظمت دل میں رکھے کہ کیسا عالی مرتبہ کلام ہے (۷) اللہ کی بلند شان اور رفعت و کبریائی کو دل میں رکھے جس کا کلام ہے (۸) دل کو وساوس وخطرات سے پاک رکھے (۹) معانی کا تدبر کرے اور لذت کے ساتھ پڑھے (۱۰) جن آیات کی تلاوت کر رہا ہے دل کو اس کے تابع بنائے، مثلاً اگر آیت رحمت زبان پر ہے، دل سرور محض بن جائے اور آیت عذاب اگر آگئی ہے تو دل لرز جائے، (۱۱) کانوں کو اس درجہ متوجہ بنا دے کہ گویا خود اللہ تعالی کلام فرما رہے ہیں اور یہ سن رہا ہے، اللہ تعالی محض اپنے لطف وکرم سے ہم سب کو آداب کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

﴿بعض سورتوں کے فضائل﴾

سورہ بقرہ

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اپنے گھروں کو مقبرے نہ بنالو، یعنی جس طرح قبرستانوں میں مردے ذکر وتلاوت نہیں کرتے اور اس کی وجہ سے قبرستانوں کی فضا ذکر وتلاوت کے انوار وآثار سے خالی رہتی ہے، تم اس طرح اپنے گھروں کو نہ بنالو، بلکہ گھروں کو ذکر وتلاوت سے معمور

رکھا کروں اور جس گھر میں (خاص کر) سورہ بقرہ پڑھی جائے اس گھر میں شیطان نہیں آسکتا۔

سورۂ یاسین

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جس نے اللہ کی رضا کے لئے سورہ یاسین پڑھی اس کے پچھلے گناہ معاف کردیے جائیں گے، لہذا یہ مبارک سورت مرنے والوں کے پاس پڑھا کرو۔

سورہ واقعہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہر رات سورہ واقعہ پڑھا کرے اسے کبھی فقر و فاقہ کی نوبت نہیں آئے گی ، نیچے کے راوی بیان کرتے ہیں کہ خود حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا وہ اپنی صاحبزادیوں کو اس کی تاکید فرماتے تھے اور ہر رات کو سورہ واقعہ پڑھتی تھیں۔

سورہ ملک

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کی ایک سورت نے جو صرف تیس آیتوں کی ہے اس نے ایک بندے کے حق میں اللہ تعالی کے حضور میں سفارش کی یہاں تک کہ وہ بخش دیا گیا اور وہ سورۃ ہے **"تبارک الذی بیدہ الملک"** .

سورۃ التکاثر

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی یہ نہیں کرسکتا کہ روزانہ ایک ہزار آیتیں قرآن پاک کی پڑھ لیا کرے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ کس میں یہ طاقت ہے کہ روزانہ ایک ہزار آیتیں پڑھے (یعنی یہ بات ہماری استطاعت سے باہر ہے)، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم میں کوئی اتنا نہیں کرسکتا کہ سورۃ الھکم التکاثر پڑھ لیا کرے۔

سورہ زلزال

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ سورہ إذا زلزلت نصف قرآن کے برابر ہے، سورہ کافرون اور اخلاص بقل ھو اللہ أحد تہائی قرآن کے برابر ہے اور قل یا أیھا الکافرون پڑھ لیا کرو اس میں شرک سے براءت ہے۔

اخلاص ومعوذتین

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ ہر رات کو جب آرام فرمانے کے لئے اپنے بستر پر تشریف لاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا لیتے (جس طرح دعا کے وقت دونوں ہاتھ ملائے جاتے ہیں) پھر ہاتھوں پر پھونکتے اور قل ھو اللہ أحد اور قل أعوذ برب الفلق اور قل أعوذ برب الناس پڑھتے، پھر جہاں تک ہوسکتا اپنے جسم مبارک پر اپنے دونوں ہاتھ پھیر لیتے، سر مبارک اور چہرہ مبارک اور جسد اطہر کے سامنے کے حصے سے شروع فرماتے (اس کے بعد باقی جسم پر جہاں تک آپ کے ہاتھ جاسکتے وہاں تک ہاتھ پھیرتے) یہ آپ تین دفعہ کرتے۔

اللہ تعالی حاضر وناظر ہونے کا یقین پیدا کریں

بچے کو اس بات کی مشق کرائی جائے کہ اللہ تعالی اس کو ہر وقت دیکھ رہا اور اس کی نگرانی کر رہا ہے، اور اس کے ظاہر اور باطن دونوں کو جانتا ہے، اور اس کو انسان کی آنکھوں کی خیانت اور دلوں میں چھپی ہوئی باتیں بھی معلوم ہیں، بچہ میں یہ کیفیت پیدا کرنا ہے کہ اللہ تعالی اسے دیکھ رہا ہے، یہ مربی کی سب سے بڑی کوشش اور مقصد اصلی اور بنیادی فکر ہونا چاہیے اور یہ صورت حال اسی وقت پیدا ہوسکتی ہے جب بچے کو اس کی ہر حالت وکیفیت میں مشق کرائی جائے، وہ جب کوئی کام کر رہا ہو اس وقت بھی اور جب وہ سوچ وبچار میں لگا ہو اور جب وہ احساس وشعور کی

دنیا میں گم ہو اس وقت بھی سمجھائے کہ جس طرح آپ والد کے ڈر سے کوئی کام کر رہے ہو اس سے کہیں زیادہ اللہ سے ڈرنے کی ضرورت ہے۔

اخلاص پیدا کیا جائے

کام کاج کے وقت اس کو اللہ کے دیکھنے کے مراقبہ کی مشق اس لئے کرائی جائے تاکہ وہ اپنے تمام اقوال وافعال واعمال اور تمام تصرفات میں محض اللہ کی رضا کے لئے اخلاص کے ساتھ کام کرنے والا بنے اور ہر وہ کام جس کا مدار نیت پر ہو، اسے کرنے سے پہلے وہ اپنی نیت درست کر کے محض اللہ کی رضا کو اپنا مقصد بنا لے، چنانچہ پھر وہ محض اللہ کے لئے ہی ہر کام کرنے والا مخلص بندہ بن جائے۔

بری عادات سے بچایا جائے

اور ہر احساس وشعور کی کیفیت میں اللہ کے مراقبہ کا عادی اس لئے بنایا جائے تاکہ وہ ہر لطیف احساس کو سیکھ لے اور ہر پاکیزہ شعور واحساس کو پیدا کر لے، لہذا وہ نہ حسد کرے نہ بغض، نہ چغل خوری، اور نہ گندے مال ومتاع سے فائدہ اٹھائے، اور نا جائز وحرام خواہشات کو دل میں جگہ نہ دے، اور جب بھی اسے شیطان کی طرف سے اس طرح کی برائی کا کوئی خیال آئے تو فوراً اس بات کو یاد کر لے کہ اللہ تعالی اس کے ساتھ ہے اس کی باتیں بھی سن رہا ہے اور اسے دیکھ بھی رہا ہے، لہذا یہ یاد کرتے ہی اسے عقل وسمجھ آجائے گی اور بصیرت وفراست سے کام لینے لگے گا۔

ایمانداری کی ایک مثال اور واقعہ

حضرت عبد اللہ بن دینار کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہوا، ایک چرواہا پہاڑ سے اتر کر ہماری جانب آیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا امتحان لینے کی خاطر فرمایا:

''اے چرواہے ان بکریوں میں سے ایک بکری میرے ہاتھ بیچ دو اس چرواہے نے کہا کہ میں تو غلام ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تم اپنے آقا سے یہ کہہ دینا کہ اس بکری کو بھیڑیا کھا گیا ہے، چرواہے نے جواب دیا کہ پھر اللہ کو کیا جواب دوں گا وہ تو دیکھ رہا ہے وہ کہاں جائے گا، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور پھر اس غلام کے ساتھ اس کے آقا کے پاس گئے اور اس کو خرید کر آزاد کر دیا اور اس سے کہا: تمہیں دنیا میں اس بات نے آزاد کر دیا اور مجھے امید ہے کہ یہی بات تمہیں آخرت میں بھی عذاب سے بچالے گی۔

بچوں میں پائی جانی والی چار بری عادتیں

اسلام کی نظر میں چونکہ بہترین تربیت کا سب سے زیادہ مدار دیکھ بھال اور نگرانی پر ہے اس لئے ماں باپ اور ان تمام حضرات کو جو تربیت واخلاق کے کام کا اہتمام کرتے ہیں، اولاد میں چار باتوں کا خاص خیال رکھنا چاہئے اور ان کو اس طرف اپنی پوری توجہ مرکوز رکھنا چاہے، اس لئے چاروں باتیں بہت بری اور اخلاق سے گری ہوئی اور بدترین اوصاف میں سے ہیں اور یہ چاروں باتیں ترتیب وار درج ذیل ہیں:

۱-جھوٹ کی عادت ۲-چوری کی عادت

۳-گالی گلوچ اور بدزبانی کی عادت ۴-بے راہ روی وآزادی کی عادت

اب ہم ان کی تفصیل کرتے ہیں:

۱-جھوٹ کی عادت

جھوٹ وہ بدترین عادت ہے جس کے دنیا وآخرت میں بے شمار نقصانات ہیں عام طور پر بچے گھر سے جھوٹ سیکھتے ہیں، وہ بڑوں کو دیکھتے ہیں سنتے ہیں تو یہ بری عادت ان میں بھی جنم لے لیتی ہے اس لئے نبی اکرم ﷺ نے بچوں کے سامنے بھی جھوٹ بولنے سے منع کیا ہے۔

بچوں کے ساتھ جھوٹ

بچوں کا دل بہلانے کے لئے جھوٹ بولنا، یا جھوٹے وعدے کرنا، اس میں بھی جھوٹ اور بچوں کے ساتھ خیانت، دونوں کا گناہ ہے، ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے اپنے بچے کو بلایا کہ آؤ کوئی چیز دوں گی، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آپ کے پاس اس بچے کو دینے کی کیا چیز ہے؟ انہوں نے کہا کہ کھجور ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کچھ نہ ہوتا تو یہ جھوٹ ہوتا۔

اس کے علاوہ ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے کسی بچے سے کہا کہ آجاؤ یہ چیز لے لو، اور پھر نہ دی تو یہ جھوٹ ہے''۔

جھوٹ کی بدبو

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بندہ جب جھوٹ بولتا ہے تو فرشتے اس سے ایک میل دور بھاگ جاتے ہیں''۔ جس طرح ظاہری نجاستوں میں تاثیر ہے کہ ہر آدمی بدبو محسوس کرتا ہے اور نجاست سے دور بھاگتا ہے، اسی طرح باطنی نجاستوں میں بھی بری تاثیر ہے، مثلاً: جھوٹ کی بدبو انبیاء کرام علیہم السلام محسوس کیا کرتے تھے، فرشتوں کو اس کا احساس ہوتا ہے، انہیں جھوٹ سے سخت نفرت ہے۔

جھوٹ بولنا نفاق کی علامت ہے

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جھوٹ نفاق کی ایک قسم ہے''۔

جھوٹ بولنا دخول جہنم کا سبب ہے

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جھوٹ سے بچو، اس لئے کہ یہ نافرمانی کی طرف لے جاتا ہے اور نافرمانی جہنم کی طرف لے جاتی ہے''۔ جھوٹ گناہ کبیرہ ہے، اس کا ارتکاب کرنے والا فاسق و فاجر کہلاتا ہے اور

ظاہر ہے فاسق اور فاجر کے لئے جہنم ہی موزوں ہے۔

۲-چوری کی عادت

چوری کی عادت بھی جھوٹ کی عادت سے کچھ کم خطرناک نہیں ہے اور چوری کی عادت ان پست ماندہ علاقوں میں زیادہ عام ہے جنہوں نے اپنے آپ کو اسلامی اخلاق سے آراستہ نہیں کیا ہے اور جو ایمانی تربیت سے صحیح فیض یاب نہیں ہوئے ہیں۔

اور یہ ایک بدیہی سی بات ہے کہ اگر بچپن سے ہی بچہ میں خدا کا خوف اور اس کے حاضر وناظر ہونے کا یقین پیدا نہ ہو اور امانت داری اور حقوق ادا کرنے کا عادی نہ بنے تو بلا شبہ بچہ آہستہ آہستہ دھوکہ بازی، چوری اور خیانت اور دوسروں کا مال ناحق کھانے کا عادی بن جائے گا، بلکہ وہ ایسا بد بخت اور مجرم ہوگا کہ جس سے معاشرے والے پناہ مانگیں گے، اور اس کے برے کاموں سے لوگ امان چاہیں گے۔

۳-گالی گلوچ اور بدزبانی کی عادت

رہی گالم گلوچ وفحش گوئی کی عادت تو یہ بھی ان قبیح ترین عادات میں سے ہے جو بچوں میں عام ہے اور جو معاشرے اور ماحول قرآن کریم کی ہدایت اور اسلام کی تربیت سے دور ہیں ان میں یہ مرض بہت عام ہے اور اس کا اصل سبب دو بنیادی باتیں ہیں۔

برا نمونہ

چنانچہ جب بچہ اپنے ماں باپ کی زبان سے گالم گلوچ سنے گا اور گندے گندے کلمات اور گالیاں اس کے کان میں پڑیں گی تو لازمی طور سے بچہ بھی ان کلمات کی نقل اتارے گا اور بار بار انہی کلمات کو دہرائے گا اور آخر کار گندے کلمات اور بری باتیں اور جھوٹ ہی اس کے منہ سے نکلے گا۔

بری صحبت

چنانچہ جو بچہ سڑکوں اور گلیوں میں آزاد چھوڑ دیا جائے گا اور برے ساتھیوں کے ساتھ رہے گا اور گندے لوگوں کے ساتھ اسے اٹھنے بیٹھنے دیا جائے گا تو ظاہر بات ہے ایسا بچہ ان غلط قسم کے لوگوں سے لعن طعن، گالم گلوچ اور گندی زبان ہی سیکھے گا اور یہ فطری بات ہے کہ بچہ ان جیسے لوگوں سے گندے الفاظ اور قبیح و بدترین عادات و اخلاق ہی سیکھے گا اور بدترین تربیت ہی حاصل کرے گا اور خراب اخلاق اپنے اندر پیدا کرے گا۔

اس لئے ماں باپ اور تربیت کرنے والوں میں سب پر یہ لازم ہے کہ اولاد کے لئے نہایت پیار بھرا میٹھا انداز، شائستہ زبان اور پیارے اور اچھے الفاظ اور تعبیر سے بہترین نمونہ پیش کریں اور ساتھ ساتھ ان حضرات پر یہ بھی لازم ہے کہ انہیں گلیوں اور سڑکوں پر کھیلنے اور گندے لوگوں کی صحبت اور بدترین ساتھیوں کی رفاقت سے بچائیں تاکہ وہ ان لوگوں کی کجی انحراف سے متاثر نہ ہوں، اور ان کی عادات اپنے اندر پیدا نہ کرلیں، ان حضرات کا یہ بھی فریضہ ہے کہ بچوں کو زبان کی آفات واثرات و نتائج اور بے ہودہ پن اور فحش گوئی سے جو انسانی شخصیت کو نقصان پہنچتا اور وقار مجروح ہوتا ہے اور معاشرہ کے افراد میں جو بغض و عداوت اور کینہ وحسد پیدا ہوتا ہے اسے ان کے سامنے کھول کر بیان کریں۔

مسلمان کو گالی دینا بڑا گناہ ہے

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے“۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنے والدین پر لعنت بھیجے، پوچھا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت کس طرح بھیج سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص کسی کے والد کو گالی دیتا ہے، اور پھر وہ اس کے والد کو گالی دے

اور ایک شخص کسی کی ماں کو گالی دے، اور پھر وہ اس کی ماں کو گالی دے۔

۴- بے راہ روی اور آزادی کی عادت

آج کل جو بدترین چیز مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں میں بہت زیادہ پھیل گئی ہے وہ بے حیائی اور آزادی ہے، چنانچہ آپ جہاں بھی نگاہ ڈالیں گے آپ بہت سے قریب البلوغ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو دیکھیں گے کہ وہ اندھی تقلید کے پیچھے برے طریقے سے پڑے ہوئے ہیں اور گمراہی اور بے حیائی اور آزادی اور بے لگامی کے سیلاب میں بہے چلے جارہے ہیں، نہ ان کے لئے کوئی دین کی طرف سے رکاوٹ ہے، اور نہ ضمیر کی طرف سے کوئی روک ٹوک ہے، بعض کم عقلوں نے یہ سمجھ لیا کہ ترقی کی علامت یہ ہے کہ بے ہودہ رقص کئے جاتے ہیں اور آزادنہ بے حجابانہ اختلاط ترقی کی نشانی ہے اور اندھی تقلید تجدد پسندی کا معیار ہے۔

اسلامی تہذیب کو غالب کریں

نبی اکرم ﷺ نے والدین اولیاء و سرپرستوں اور تربیت کرنے والوں کے لئے ایک عملی نظام و منہج اور بچوں کی صحیح اخلاقی تربیت اور دوسروں سے ممتاز اسلامی شخصیت بنانے کے لئے صحیح بنیادی اصول مقرر کئے ہیں، اس نظام و منہج کی اہم دفعات اور ان بنیادی اصولوں میں سے ممتاز بنیادی اصول درج ذیل ہیں:

۱- نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں جو دوسروں کی مشابہت اختیار کرے، یہود اور نصاریٰ کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔

۲- جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے تو وہ انہی میں سے ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی زندگی ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے، زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کی ہدایات موجود نہ ہوں، عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاقیات

،غرض ہر موقع کی ہدایات آپ ﷺ نے بتائی ہیں ،تو پھر مسلمانوں کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی طرز زندگی غیر مسلم اقوام کی طرح بنائیں اور اپنی وضع قطع میں ان کی شباہت اختیار کریں ،اگر ان کی شباہت اختیار کریں گے تو حشر انہی کے ساتھ ہوگا، کفار اور دیگر دشمنان اسلام کی وضع قطع سے اپنے آپ کو بچائیں، ایسا نہ ہو کہ کل قیامت میں انہی کی صفوں میں کھڑے ہوں۔

بچوں میں بے راہ روی کے کچھ اسباب

۱-بری صحبت اختیار کرنے سے نہ روکنا۔ ۲- بے حیائی کی فلمیں دیکھنے سے باز نہ رکھنا۔ ۳-ٹی وی اور نیٹ پر آزاد چھوڑنا۔ ۴- بے حیائی اور بے پردگی والی تصاویر والے رسالے پڑھنے دینا۔ ۵-بے پردگی کی اجازت دینا۔ ۶-اسکول/ٹیوشن جاتے وقت نگرانی نہ کرنا۔ ۷-بچوں کی الماریوں اور بستروں کی طرف توجہ نہ کرنا۔

ان تمام اسباب سے اپنے آپ کو اور نئی نسلوں کو بچانے کی محنت کریں تاکہ اسلامی معاشرہ قائم ہو سکے، اللہ تعالی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

علمی تربیت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
’’علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے‘‘۔

اس حدیث میں ’’مسلم‘‘ کا لفظ عام ہے جو عورتوں اور مردوں دونوں کو برابر شامل ہے۔

جہالت ایک تاریکی ہے اور علم روشنی ہے اس دنیا میں زندگی گزارنے کے لئے اتنا علم حاصل کرنا ضروری ہے جس سے آدمی پیدا ہونے کا مقصد پہچان سکے اور اپنے رب کو بھی پہچان سکے اور یہ بھی جان سکے کہ کون ہوں اور اس دنیا میں کیوں آیا ہوں جب اپنے آپ کو پہچانے گا تو

رب کو بھی پہچان لے گا کیونکہ حدیث میں آیا ہے جس نے اپنے نفس کو نہ پہچانا اس نے رب کو بھی نہ پہچانا۔

علم کے اسباب

اللہ تعالی نے حصول علم کے تین اسباب پیدا فرمائے ہیں:

۱- پانچ ظاہری حواس

یعنی دیکھنا، سننا، چھونا، سونگھنا، چکھنا بہت ساری چیزوں کا علم ان پانچ حواس سے حاصل ہوتا ہے، جس کے ذریعے انسان اپنے نفع ونقصان، دوست ودشمن کو پہچانتا ہے، اور اپنی ضروریات زندگی پوری کرتا ہے۔

۲- عقل

بہت ساری معلومات ہمیں عقل سے حاصل ہوتی ہیں جہاں ظاہری حواس کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں وہاں سے عقل کام کرنا شروع کر دیتی ہے مگر ایک جگہ عقل بھی جواب دے دیتی ہے جس طرح آنکھ سے دیکھنے کے لئے روشنی کی ضرورت ہے اس علم کی روشنی کے بغیر عقل کا استعمال ایسے ہی ہے جس طرح شدید تاریک رات میں آدمی بغیر روشنی کے چل رہا ہو اس کے لئے منزل تک پہنچنا محال ہے، اسی طرح عقل بھی بغیر روشنی کے کام نہیں کر سکتی اگر کام کرے گی تو گمراہی یقینی ہے عقل کے لئے جو روشنی ہے وہ وحی الہی ہے، یہی علم کا تیسرا سبب ہے۔

۳- وحی

جب آدمی مر جاتا ہے تو نظروں نے دیکھا کہ اس کو دفن کیا گیا اور عقل بھی اس پر اتفاق کرتی ہے کہ مردے کو نظروں سے اوجھل کرنا چاہئے مگر قبر میں جا کر اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے، یہ وحی بتائے گی اس بات کو سمجھانے کے لئے اللہ تعالی نے اپنے رسولوں کو بھیجا ہے، اور آخر

میں نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور امت کو یہ سمجھایا کہ اس دنیا میں زندگی گزارنے کے لئے محض حواس ظاہر اور عقل کی معلومات کافی نہیں بلکہ قرآن اور سنتوں سے روشنی لے کر ان دو اسباب سے فائدہ اٹھاؤ تو تمہارا اللہ بھی راضی ہوگا اور تم منزل مقصود یعنی جنت تک پہنچ جاؤ گے۔

کون سا اور کتنا علم فرض ہے؟

قرآن اور حدیث سے اتنا علم حاصل کرنا فرض ہے، جس سے آدمی زندگی کا مقصد پہچان لے اور آدمی کے لئے کون سا دیکھنا حلال ہے، کون سا حرام، کیا کمائی حلال ہے، اور کیا حرام؟ عقائد کا سیکھنا فرض ہے کہ کن کن باتوں کا عقیدہ دل میں بٹھانے سے آدمی صاحب ایمان بن جاتا ہے، اللہ سے متعلق کیا عقیدہ رکھنا ہے؟ فرشتوں سے متعلق، آخرت سے متعلق بنیادی عقائد کا جاننا ضروری ہے، عبادات سے متلعق ضروری مسائل مثلا طہارت اور وضو اور غسل کے احکام، فرائض نماز، واجبات کا جاننا فرض ہے، اسی طرح معاملات خرید وفروخت میں ناجائز اور جائز صورتوں کو سمجھنا، معاشرت لوگوں کے ساتھ رہن سہن، دوسروں کے حقوق سے متعلق علم سیکھنا اور اخلاقیات یعنی دل میں توکل، زہد، صبر، شکر ان تمام امور کو سیکھنا ہر مرد وعورت کے لئے فرض کا درجہ رکھتا ہے۔

علم نہ سیکھنے اور سکھانے پر وعید

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ان قوموں کو کیا ہو گیا ہے جو اپنے پڑوسیوں کو سمجھ کی باتیں نہیں سکھاتیں نہ تعلیم دیتی ہیں اور نہ ان کو نصیحت کرتی ہیں اور نہ روکتی ہیں اور کیا ہو گیا ہے ان قوموں کو جو اپنے پڑوسیوں سے تعلیم حاصل نہیں کرتیں، نہ ان سے سمجھ کی باتیں حاصل کرتی ہیں اور نہ نصیحت حاصل کرتی ہیں، خدا کی قسم لوگ اپنے پڑوسیوں کو تعلیم دیں اور سمجھ کی باتیں بتلائیں، اور ان کو نصیحت کریں اور حکم

کریں اور روکیں، اور لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسیوں سے علم حاصل کریں سمجھ حاصل کریں نصیحت پکڑیں ورنہ میں ان پر جلدی عذاب نازل کردوں گا اور سزا دوں گا۔

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی ایسے علم کو چھپائے گا جس سے اللہ تعالی لوگوں کو دین کے معاملہ میں نفع پہنچاتے ہوں تو قیامت کے روز اس کو آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

علم دین سیکھنا سکھانا دونوں فرض ہیں

لہذا جب اسلام کی نظر میں طلب علم ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے اور علم کے سیکھنے اور سکھانے سے اعراض کرنے والے کو شریعت نے سخت تنبیہ و تہدید کی ہے اور عذاب سے ڈرایا ہے، اور علم نافع کے چھپانے والے کو قیامت کے روز آگ کی لگام پہنائی جائے گی تو کیا یہ سب باتیں اس بات پر دلالت نہیں کرتیں کہ اسلام ایک ایسا دین ہے جو علم کے سیکھنے سکھانے کو لازمی اور فرض قرار دیتا ہے؟

تعلیم بلا معاوضہ انسانیت کا حق ہے

اسلام نے تعلیم کے مفت و بلا معاوضہ ہونے کا رواج ڈالا ہے چاہے وہ تعلیم حکومت کی سطح پر ہو یا افراد کی سطح پر، اس لئے کہ تعلیم کے خواہش مندوں کا مقصد بھی اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ لوگوں نے تعلیم و تعلم کی جانب اس طرح توجہ کی جس کی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں ملتی، اسلامی حکومت اس بات میں تمام عالم پر سبقت لے گئی ہے کہ اس نے تمام شہریوں کے لئے بلا کسی امتیاز اور رعایت کے تعلیم کو مفت رائج کیا چنانچہ تمام شہریوں کے لئے مدارس مکمل طور سے کھلے ہوئے تھے۔

عورتوں کے لئے بھی تعلیم ضروری ہے

اسلام لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کی طرف بھی توجہ دیتا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جس

کی تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو لڑکیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ انہیں ادب سکھائے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کی شادی کردے تو اس کو جنت ملے گی۔

نبی کریم ﷺ عورتوں کے لئے کچھ دن مخصوص فرمایا کرتے تھے، اور ان میں ان کو وہ باتیں سکھلایا کرتے تھے جو اللہ تعالی نے آپ کو بتلائی تھیں، اور آپ نے یہ اس لئے کیا تھا کہ ایک مرتبہ ایک عورت آپ کے پاس حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول مرد تو آپ کی احادیث سن لیتے ہیں، آپ ہمارے لئے بھی ایک دن مقرر فرما دیجئے جس میں ہمیں آپ کے پاس حاضر ہوا کریں اور آپ ہمیں وہ باتیں سکھایا کریں جو اللہ تعالی نے آپ کو بتلائی ہیں، تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا فلاں فلاں دن اکٹھی ہو جایا کرو، چنانچہ وہ عورتیں حاضر ہو گئیں اور رسول ﷺ تشریف لائے اور آپ نے اللہ کی تعلیم کردہ باتیں ان کو سکھلا اور بتلا دیں۔

شریعت نے جب عورتوں کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ ایسے علوم حاصل کریں جو انہیں دین و دنیا میں فائدہ پہنچاتی ہیں تو اس میں یہ امر ضرور ملحوظ رکھنا چاہئے کہ یہ تعلیم لازمی طور سے مردوں سے الگ تھلگ اور دور ہوتا کہ لڑکیوں کی عزت و کرامت اور آبرو محفوظ رہے، اور لڑکی ہمیشہ اچھی شہرت اور بہترین و پاکیزہ اخلاق کی مالک ہو اور قابل احترام شخصیت سمجھی جاتی رہے، اس کی عفت و پاک دامنی پر کوئی دھبہ نہ آئے اور جب وہ رشتۂ ازدواج سے منسلک ہو جائے تو ایک بہترین ماں بن کر نئی نسل کی تربیت کرے۔

تعلیم میں لڑکے لڑکیوں کا اختلاط نہ ہو

اللہ تبارک وتعالی فرماتے ہیں:

''اور جب تم رسول کی ازواج سے کوئی چیز مانگو تو ان سے پردہ کے باہر سے مانگا کرو''۔

یہ آیت مسلمانوں کی ماؤں ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے، امہات

المؤمنین رضی اللہ عنہن جن کی پاکیزگی اور عفت یقینی اور قطعی ہے جب انہیں پردے کا حکم دیا گیا ہے اوران سے کہا گیا ہے کہ وہ اجنبیوں کے سامنے نہ آئیں تو مسلمان عورتوں کوتو بدرجہ اولی یہ حکم ہے کہ وہ پردہ کریں اور کسی اجنبی کے سامنے قطعاً نہ آئیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہا اکٹھا نہیں ہوتا مگر یہ کہ شیطان ان کے ساتھ تیسرا فرد ہوتا ہے''

یعنی ان کو بہکا کر گناہ میں گرفتار کرا دیتا ہے، نبی، کریم ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے پاس جانے سے بچو تو ایک صاحب نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ بتلایئے کہ کیا دیور وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دیور تو موت کی طرح خطرناک ہے، نبی ﷺ نے کس قدر پردے کی اہمیت کو ذکر فرمایا تا کہ شیطان مردود کو کسی کا ایمان برباد کرنے کا موقع نہ مل سکے۔

بدنظری حرام ہے

اسی لئے شریعت نے بدنظری کوحرام قرار دیا ہے، کیونکہ بدنظری ابتدائی درجہ ہے اوراس کا آخری نتیجہ زنا ہے، ان دونوں کو صراحتاً ذکر کر کے حرام کر دیا گیا، ان کے درمیانی حرام مقدمات ،مثلاً: باتیں سننا، ہاتھ لگانا، سوچنا وغیرہ یہ سب ضمنی طور پر اس میں آ گئے۔

شرمگاہ کی حفاظت کا مدار نظر کی حفاظت پر ہے

نظر دل کا دروازہ ہے، اگر یہ بند رہا تو دل بھی برائی سے محفوظ رہے گا اور جب دل محفوظ ہوگا تو شرمگاہ بھی محفوظ ہو جائے گی، اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: راستوں میں مت بیٹھا کرو اور اگر تمہیں بیٹھنا ہی پڑے، تو پھر راستے کے حقوق ادا کرتے رہنا، صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم نے پوچھا کہ راستے کے کیا حقوق ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نظروں کو نیچے رکھنا، راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم کرنا اور گناہوں سے روکنا۔

آنکھ، ہاتھ اور پیر کا زنا

راستوں پر بیٹھنے سے اسی لئے منع فرمایا، تا کہ نگاہ محفوظ رہے، اگر نگاہ محفوظ ہوگی تو دل محفوظ رہے گا اور شرمگاہ کی حفاظت کا دارومدار دل کی حفاظت پر ہے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے، آنکھوں کا زنا غیر محرم کو دیکھنا ہے، کانوں کا زنا (غیر محرم) کی بات سننا ہے، زبان کا زنا بات کرنا ہے، ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے، پاؤں کا زنا چلنا ہے، دل برائی کی آرزو اور تمنا کرتا ہے، شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔ یعنی دل میں جب برائی پیدا ہوتی ہے تو آدمی اس برائی میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور ظاہر ہے کہ اس برائی سے بچنے کی جڑ نظر کی حفاظت ہے، جس نے بدنظری کا دروازہ اپنے اوپر کھول دیا، وہ زنا جیسے گھٹیا فعل کے دروازے پر پہنچ گیا، اس لئے نگاہ کی حفاظت کا اہتمام کیا جائے۔

عام طور پہ بچے سات سال کی عمر میں سمجھدار با شعور ہو جاتے ہیں اس وقت سے ان کو خدا پرستی کے راستے پر ڈالنا چاہئے، اور اس کے لئے اس سے نماز کی پابندی کروانی چاہئے، پھر دس سال کی عمر میں ان کا شعور کافی ترقی کر جاتا ہے اور بلوغ کا زمانہ قریب آجاتا ہے اس وقت ان پر نماز کے بارے میں سختی کرنی چاہئے، اگر وہ کوتاہی کرے تو مناسب طور پر ان کی سرزنش بھی کرنی چاہئے، نیز اس عمر کو پہنچ جانے پر ان کو الگ الگ سلانا چاہئے، ایک ساتھ اور ایک بستر پر نہ سلانا چاہئے، البتہ دس سال سے پہلے اس کی گنجائش ہے، یہ گویا کہ والدین پر بچوں کا حق ہے، خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں اور قیامت کے دن والدین سے ان کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

بچوں کے ساتھ حسن سلوک

اپنے تمام بچوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرنا چاہئے تا کہ بچوں کو اس سے یہ سبق ملے کہ وہ بھی حسن سلوک کے عادی بن جائیں اور اسے اچھی خصلت سمجھنے لگیں، خصوصاً لڑکیوں کے بارے میں حسن سلوک کا خیال کرنا چاہئے کیونکہ آج کل بھی بہت سے علاقوں اور بہت سی قوموں اور قبیلوں میں لڑکیوں کو ایک بوجھ اور مصیبت سمجھتا ہے اور اس کے پیدا ہونے پر گھر میں بجائے خوشی کے افسردگی اور غمی کی فضا قائم ہو جاتی ہے، یہ حالت تو آج کل کے لحاظ سے ہے، اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عربوں کے اندر بیچاری لڑکی کو عیب اور عار تصور کیا جاتا تھا، اور اس کا یہ حق بھی نہیں سمجھا جاتا تھا کہ اسے زندہ ہی رہنے دیا جائے، بہت سے سخت دلوں والے لوگ اپنی بچی کا اپنے ہاتھوں سے گلا گھونٹ کر اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا کرتے تھے، یا اسے زندہ زمین میں دفن کر دیا جاتا تھا اور لڑکیوں کے بارے میں احادیث کے اندر بہت سے فضائل بیان ہوئے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَنْ وُلِدَتْ لَہٗ ابْنَۃٌ فَلَمْ یُؤْذِھَا وَلَمْ یُھِنْھَا وَلَمْ یُؤْثِرْ وَلَدَہٗ عَلَیْھَا اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ" (۱)

"جس شخص کے گھر لڑکی پیدا ہو پھر وہ نہ تو اسے کوئی ایذاء پہنچائے اور نہ ہی اس کی توہین اور ناقدری کرے اور نہ ہی محبت اور سلوک کے لحاظ سے لڑکوں کو اس پر ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ لڑکی کے ساتھ اس حسن سلوک کے صلہ میں اس کو جنت عطا فرمائے گا"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک نہایت غریب عورت کچھ مانگنے کے لئے آئی اس کے ساتھ اس کی دو بچیاں بھی تھیں، اتفاق سے ام المؤمنین کے پاس اس وقت

---

(۱) مسند احمد، بدایۃ مسند عبداللہ بن عباس۔

صرف ایک کھجور تھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے وہ کھجور اس عورت کو دے دی، اس نے اسی ایک کھجور کے دو ٹکڑے کر کے دونوں بچیوں میں تقسیم کر دیے اور اس میں سے خود کچھ بھی نہیں لیا اور چلی گئی، کچھ دیر بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا جس بندے یا بندی پر بیٹیوں کی ذمہ داری ہو اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو یہ بیٹیاں آخرت میں اس کی نجات کا سامان بنیں گی، مطلب یہ ہے کہ یہ آدمی اگر بالفرض کچھ گناہوں کی وجہ سے عذاب کے قابل ہوگا تو لڑکیوں کے ساتھ حسن سلوک کے صلہ میں اس کی مغفرت فرمادی جائے گی، اور اسے دوزخ سے بچالیا جائے گا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ایک دوسری روایت مروی ہے فرماتی ہیں ان کے پاس ایک مسکین عورت دو بچیوں کو گود میں لئے کچھ سوال کرنے کے لئے آئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تین کھجوریں دے دیں اس نے ایک ایک دونوں بچیوں کو دے دی اور ایک خود کھانے کے لئے اپنے منہ میں رکھنے لگی، بچیوں نے اس تیسری کھجور کو بھی مانگ لیا تو اس نے خود نہیں کھائی بلکہ وہ بھی آدھی آدھی کر کے دونوں میں تقسیم کر دی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا اس عمل سے بہت متاثر ہوئیں اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی نے اس عورت کے اسی عمل کی وجہ سے اس کے لئے جنت کا اور دوزخ سے رہائی کا فیصلہ فرمادیا۔

اولاد میں مساوات اور اسلام میں بیٹیوں کا مقام

اسلام مکمل طور پر مساوات اور عدل کی دعوت دیتا ہے اور بچوں پر رحم وشفقت کے سلسلے میں اسلام نے مذکر اور مؤنث میں کوئی تفریق نہیں کی ہے، یعنی جس طرح بیٹا پیار کے قابل ہے، اسی طرح بیٹی بھی پیار وشفقت کی خواستگار ہے، اور والد کی جانب سے عطایا میں دونوں برابر ہوں، تاکہ اللہ کے اس فرمان پر عمل ہو: "عدل کرو یہی بات تقوی سے زیادہ

نزدیک ہے"۔

اور تا کہ نبی اکرم ﷺ کا وہ حکم نافذ ہو جو آپ نے اس حدیث کے ذریعے دیا ہے:
"تم اپنی اولادوں کے درمیان عدل ومساوات کرو تم اپنی اولاد میں عدل سے کام لو، تم اپنی اولاد میں عدل وانصاف سے کام لو"۔

اس رہنمائی کے پیش نظر والدین کو اپنی اولاد کے سلسلے میں اس بنیادی نقطۂ نظر کو سامنے رکھنا ضروری ہے جس نے عدل ومساوات، محبت والفت، شفقت ورحمت اور برابری کا سبق دیا، تا کہ لڑکے اور لڑکیوں میں کوئی امتیازی تفریق نہ برتی جائے۔

اولاد کے درمیان برابری

اولاد کے بارے میں برابری کی حضو ﷺ نے بطور خاص ہدایت فرمائی کہ اولاد کے درمیان انصاف اور برابری کا برتاؤ کیا جائے یہ نہ ہو کہ کسی کو زیادہ دے کر نواز دیا یا کسی کو محروم رکھا جائے یا کسی کو کم دیا جائے، یہ چیز بذات خود مطلوب ہے عدل وانصاف کا بھی تقاضا ہے جو اللہ تعالی کو مطلوب ہے، نیز اس کے علاوہ برابری میں اور بھی بہت سی مصلحتیں اور حکمتیں پائی جاتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے:

اولاد میں سے ایک کو زیادہ دے کر نوازنے اور دوسرے کو محروم رکھنے یا کم دینے کی صورت میں اولاد کا آپس میں بغض وحسد اور کینہ پیدا ہو جاتا ہے جو ان کے لئے دنیا کے لحاظ سے نقصان دہ ہے کہ اس سے ہزاروں عداوتیں اور دشمنیاں رونما ہوتی ہیں، اور دین کے لحاظ سے بھی تقوی اور بردباری کے لئے تباہ کن ثابت ہوتا ہے، اور اس کے علاوہ بھی ہزاروں فتنوں کی جڑ اور اصل بنتا ہے۔

نیز اس کے علاوہ خاص کر یہ بات کہ جس کے ساتھ ناانصافی ہوگی اس کے دل میں

باپ کی قدر و قیمت اس کی عزت اور اس کی خوشنودی کم ہو جائے گی جس کی وجہ سے باپ کو بیٹے سے اور بیٹے کو باپ سے کدورت اور شکایات ﷺ ا ہونے لگتی ہیں، اور پھر یہ پوری نسل اور خاندان کے لئے ایک آگ کی سی شکل اختیار کر لیتی ہے کہ اب نہ اسے ختم کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کسی طریقے سے اس سے جان چھڑانا آسان ہوتا ہے، ان سب باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں بہت سخت تاکیدیں بیان فرمائی ہیں، اور اس رویہ کو ایک قسم کا ظلم قرار دیا ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد مجھے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اس بیٹے کو ایک غلام ہبہ کر دیا ،اور بعض روایات میں غلام کے بجائے باغ ہبہ کرنے کا ذکر آتا ہے تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کیا تم نے اپنے سب بچوں کو اتنا دیا ہے انھوں نے عرض کیا نہیں اوروں کو تو نہیں دیا صرف اسی لڑکے نعمان کو دیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا یہ اس طرح درست نہیں اور فرمایا اس کو ہبہ کی ہوئی چیز واپس لے لو، ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری سب اولاد خدمت گزار اور فرمانبردار ہونے میں یکساں ہو، تو انھوں نے عرض کیا ہاں میں یہ ضرور چاہتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر ایسا نہ کرو، یعنی ایک کو تو باغ ہبہ کرو اور دوسروں کو محروم رکھو۔

اور ایک روایت میں یہ واقعہ اس طرح سے بیان ہوا ہے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں میری والدہ کے باربار اصرار کرنے پر میرے والد نے میرے لئے کچھ ہبہ کیا تو میری والدہ حضرت عمرہ بنت رواحہ کہنے لگی میں تب خوش اور مطمئن ہوں گی جب تم رسول اللہ ﷺ کو اس ہبہ پر گواہ بنا دو گے، چنانچہ میرے والد حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور عرض کیا کہ میری بیوی عمرہ بنت رواحہ سے اپنے بچے نعمان کے لئے کچھ ہبہ کیا ہے تو اس کی ماں نے مجھ سے تاکید کی کہ میں حضور ﷺ کو اس کا گواہ بنادوں تاکہ اس ہبہ پر حضور ﷺ کی منظوری کو حاصل کر کے ہبہ کو پکا کر دیں تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کیا تم نے اپنے سب بچوں کے لئے اتنا ہی ہبہ کیا تو انھوں نے جواب دیا نہیں اوروں کے لئے تو ہبہ نہیں کیا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''فَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ'' (۱)

''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے ساتھ مساوات یعنی برابری کا سلوک کرو''

تو حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے اس فرمانے پر میرے والد نے رجوع کرلیا اور ہبہ واپس لے لیا، اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب حضرت بشیر نے آپ ﷺ کو گواہ بننے کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''لا أشهد على جور'' میں ناانصافی کے معاملہ پر گواہ نہیں بنتا۔

جیسا کہ اس حدیث میں ظاہر ہے اولاد کے درمیان برابری نہ کرنے پر ممانعت فرمائی گئی اور اسے جور اور ناانصافی بلکہ ظلم قرار دیا گیا ہے کہ اولاد میں سے کسی ایک کے ساتھ ترجیحی سلوک اور دوسرے کے ساتھ اس کے برعکس یا تو بالکل نہ دیا جائے یا ایک کی بنسبت کم دے دیا جائے، بعض فقہاء نے اسے حرام تک قرار دیا ہے لیکن اکثر فقہاء نے اور ائمہ اربعہ میں سے امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ نے بعض قرائن اور دلائل کی بناء پر اسے حرام تو نہیں کہا البتہ مکروہ اور سخت ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔

واضح رہے کہ یہ حکم اسی صورت میں ہے جب کہ ترجیحی سلوک بلا کسی ایسی وجہ کے ہو جو شرعاً معتبر ہو، لیکن اگر کوئی ایسی وجہ موجود ہے یعنی ان میں سے ایک متقی، پرہیزگار اور رجال اللہ کے

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الہبہ وفضلہا والتحریض علیہا، باب الاشہاد فی الہبۃ: ۳۵۲/۱.

راستے میں خرچ کرنے والا اور دوسرا اس کے برعکس بے کار بد کردار اور اپنے پاس موجودہ مال عیش وعشرت اور فضول خرچی میں ضائع کرنے والا ہے یا ان میں سے ایک والدین کا خدمت گزار، ان کے دکھ سکھ اور ان کی غمی اور خوشی میں شرکت کرنے والا جب کہ دوسرا والدین کو برا بھلا کہنے والا ہے تو اب اگر والدین ان میں سے اول کو کچھ ہبہ کرتے ہیں تو چونکہ ترجیحی وجہ موجود ہے کہ پہلی صورت میں والدین اسے اس لئے ہبہ کرتے ہیں کہ وہ اچھے راستے میں خرچ ہو کر ان کے لئے ذخیرۂ آخرت بنے گا، اور دوسری صورت میں وہ اپنے بیٹے کو خدمت گزاری، اس کے محبت اور حسن سلوک کی وجہ سے اسے ہبہ کرتا ہے جبکہ یہ دونوں خصوصیات دوسرے بیٹے میں موجود نہیں، مذکورہ صورت میں اسے حرام بع مکروہ قرار نہ دیا جائے گا۔

اور اسی طرح اولاد میں سے کسی ایک کی صحت مستقل طور پر خراب ہے اور وہ دوسرے بھائیوں کی طرح اپنے لئے معاشی جد وجہد نہیں کر سکتا تو اس کے ساتھ خصوصی سلوک کرنا عدل وانصاف کے ساتھ نہ ہوگا، بلکہ ایک درجہ ضروری اور باعث اجر ہوگا، اور اسی طرح اگر اولاد میں سے کسی نے اپنے آپ کو دین وملت کی خدمت میں اس طرح لگا دیا ہے کہ معاشی جد وجہد میں زیادہ حصہ نہیں لے سکتا تو اس کے ساتھ بھی والدین کی طرف سے خصوصی سلوک اس کو عطایا یا ہدایا دینا کراہت سے خالی بلکہ باعث اجر ہوگا۔

ان سب صورتوں کے علاوہ اگر کسی ایک بھائی کے ساتھ خصوصی اور ترجیحی سلوک کرنے پر اس کے دوسرے بہن بھائی بھی رضامند ہوں تو پھر جائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مروی ہے

”سَوُّوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ فَلَوْ كُنْتُ مُفَضِّلاً أَحَداً فَضَّلْتُ النِّسَاءَ“[1]

”آپ ﷺ فرماتے ہیں اولاد کے درمیان ہدیہ اور عطیہ وغیرہ کے لحاظ سے برابری کروا اگر میں

---

(۱) فتح الباری، کتاب الہبۃ، باب الہبۃ للولد۔

اس معاملہ پر کسی کو ترجیح دیتا تو لڑکیوں کو لڑکوں پر ترجیح دیتا"

اسی حدیث کی بنا پر فقہاء کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ ماں باپ کے انتقال کے بعد میراث میں اگرچہ لڑکیوں کا حصہ لڑکوں کی بنسبت نصف ہوتا ہے لیکن زندگی میں لڑکیوں کا حصہ بھائیوں کے برابر ہوگا لہذا ماں باپ کی طرف سے جو کچھ اور جتنا لڑکوں کو دیا جائے اتنا ہی لڑکیوں کو دیا جانا چاہئے۔

معاشرے کے فساد

اگر کسی اسلامی معاشرے میں کوئی والدین ایسے نظر آتے ہیں جو لڑکی کی بنسبت لڑکے سے امتیازی سلوک رکھتے ہیں تو ایسا معاشرہ فاسد معاشرہ ہے جن سے دین کا دور سے بھی کوئی واسطہ نہیں ہے، بلکہ وہ محض زمانۂ جاہلیت کی عادات ورواج ہیں اور ایسی ناپسندیدہ اور مبغوض رسمیں ہیں، جن کی کڑی اس دورِ جاہلیت سے جا ملتی ہے جس کے بارے میں اللہ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾ (۱)

"اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری ملتی ہے تو اس کا منہ سارا دن سیاہ رہتا ہے اور جی میں گھٹتا رہتا ہے، لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس خوشخبری کی برائی کی وجہ سے جو اس نے سنی ہے (اور سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ) کیا اس کو رہنے دے ذلت قبول کر کے یا اس کو مٹی میں دبا دے، سن لو بہت ہی برا ہے، وہ جو فیصلہ کرتے ہیں"۔

یعنی بہت ہی بری سوچ ہیں، اس کا اصل سبب ایمان کی کمزوری اور یقین کا عدم استحکام ہے اس لئے کہ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے اس فیصلے سے خوش نہیں ہیں جو اللہ

---

(۱) سورۃ النحل: ۵۸، ۵۹۔

نے ان کو لڑکی دے کر کیا ہے، ان کو یہ بات خوب ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ وہ اور ان کا خاندان اور تمام مخلوقات مل کر بھی اللہ کے فیصلے کو بدل نہیں سکتے۔

بچے کی پیدائش پر زیادہ خوشی کیوں ہوتی ہے

یہ انسان کی فطرت ہے کہ بچے کی پیدائش پر زیادہ خوشی ہوتی ہے کیونکہ لڑکا آدمی کے لئے دست و بازو بنتا ہے، جبکہ لڑکی اس طرح سے سہارا بن نہیں سکتی اس لئے لڑکے کی پیدائش پر خوشی فطرت ہے یہاں تک تو صحیح ہے لیکن برائی اور گناہ کی بات جب ہے جب لڑکی کی پیدائش کو باعثِ نحوست سمجھا جائے، اس کی پیدائش پر عورت کو طعنے دیے جائیں۔

مسلسل بچیوں کا پیدا ہونا عورت کی نحوست نہیں

نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ بچے کی پیدائش کب ہوتی ہے؟ اور بچی کی کب ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب مرد کا پانی غالب آجائے تو بچہ پیدا ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی غالب آجائے تو بچی پیدا ہوتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث میں بچی اور بچے کی تخلیق میں جو چیز سبب کا درجہ رکھتی ہے اس کو ذکر فرمایا، اگر چہ اصل سبب تو اللہ کا ارادہ ہے وہ جس کو جو دینا چاہے لیکن اس نے اپنے ارادے کو ظاہری اسباب کے ساتھ جوڑا ہے، لہذا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچی کا پیدا ہونا مرد کے پانی کے مغلوب ہونے کی وجہ سے ہوا ہے، اس میں عورت کا کوئی قصور نہیں۔

بچیوں سے متعلق ہدایت

نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: ''جو شخص دو بچیوں کی بالغ ہونے تک کفالت کرے گا تو وہ قیامت میں اس طرح آئے گا کہ میں اور وہ اس طرح ہوں گے، اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر اشارہ فرمایا۔

مال اور اولاد

اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: ''بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تمہارے لئے آزمائش ہیں''۔یعنی مال اور اولاد کی فکر میں پڑ کر کون اللہ کے احکام کو بھول جاتا ہے،اور کون یادرکھتاہے؟

بیویاں اور اولادیں

ارشادباری تعالی ہے:

''اے مومنو! تمہاری بعض بیویاں اوراولادیں تمہاری دشمن ہیں ان سے ہوشیار رہو''۔ یعنی اگر وہ اپنے دنیاوی فائدے کے لئے تمہیں ایسی بات کاحکم دیں جس سے تمہاری آخرت کانقصان ہوتو ان کی بات مت ماننا۔

اولاد کے حصول کے لئے وظیفہ

جس کی اولاد نہ ہووہ فجر کی نماز کے بعد روزانہ ۱۳۳ مرتبہ اس آیت کو پڑھے اور پانی پر دم کر کے میاں بیوی دونوں پی لیا کریں:

﴿يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ﴾ (۱)

اولاد کوقتل کرنا

عرب کے بے رحم جاہل اپنی اولاد کودووجہ سے قتل کردیتے تھے،اول اس لئے کہ یہ بچے کہاں سے کھائیں گے؟ان کوساتھ کھلانے سے تنگ دستی آجائے گی یہ نہیں سمجھتے تھے کہ رزاق اللہ تعالی شانہ ہے وہ خالق بھی اوررازق بھی ہے۔:

---

(۱) سورۃ شوریٰ: ۴۹۔

اس نے پیدا کیا تو رزق بھی دے گا، اس کو فرمایا کہ:

﴿نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ﴾ (۱)

ہم تمہیں رزق دیں گے اور انھیں بھی۔

اولاد کے قتل کرنے کا دوسرا سبب یہ تھا کہ عرب کے بعض خاندانوں میں جس کسی شخص کے یہاں لڑکی پیدا ہو جاتی تو وہ مارے شرم کے لوگوں کے سامنے نہیں آتا تھا چھپا چھپا پھرتا تھا، جیسا کہ سورہ نحل میں جس میں فرمایا جب بچی پیدا ہوتی تھی تو اسے زندہ دفن کر دیتے تھے، فیملی منصوبہ بندی بھی اسی نظریے سے کی جاتی ہے کہ بچے کہاں سے کھائیں گے، یہ سوچ کر مانع حمل یا حمل گرانے کی ادویات استعمال کرنا یہ بھی قتل اولاد کی سخت وعید میں شامل ہے حالانکہ حدیث میں آتا ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کا رزق لکھ دیا جاتا ہے۔

نافرمان اولاد کی اصلاح کے لئے مجرب عمل

﴿إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (۲)

اگر آپ کی اولاد نافرمان ہے تو ان کی پیشانی کے بال پکڑ کر ۱۱ مرتبہ یہ دعا پڑھیں اور ان پر دم کریں۔

اولاد کی تربیت نہ کرنے پر ایک نصیحت آموز واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آئے اور آکے یہ شکایت کی کہ جناب میرا بیٹا نافرمان ہے، میری بات نہیں سنتا اور آگے سے تلخیاں کرتا ہے اور مجھے جھڑکتا ہے، مجھے ڈانٹتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بیٹے کو بلوایا، جب بیٹا دربار میں حاضر ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ آپ اپنے والد کے ساتھ بدسلوکی کیوں کرتے ہو؟ والد کے ساتھ حسن

---

(۱) سورۃ اسراء: ۳۱.　　(۲) سورۃ ہود: ۵۶.

سلوک کیوں نہیں کرتے ؟ تو بیٹے نے جواب دیا کہ اے امیر المؤمنین ! آپ مجھے یہ بتایئے کہ کیا باپ کے ذمے بھی کچھ اولاد کا حق ہے؟ کہا جی ہاں ، باپ کی بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ اولاد کا حق ادا کرے، تو بیٹے نے یہ کہا کہ امیر المؤمنین ! سب سے پہلا حق تو یہ تھا کہ یہ میرے لئے کسی اچھی ماں کا انتخاب کرتا، یہ سب سے پہلا حق ہے جو اس نے میرا حق مارا ہے، میرے لئے اس نے دیندار ماں کا انتخاب نہیں کیا، میرے لئے اس نے ایک بری عورت کا انتخاب کیا ہے، محض محبت کی بنیاد پر کہ اس سے محبت ہوگئی ، اسے نکاح میں لے آیا اور میں جہاں سے گزرتا ہوں لوگ مجھے طعنے دیتے ہیں کہ تیری ماں ایسی ہے، ویسی ہے، تو سب سے پہلا حق تو میرا یہ تھا کہ میرے لئے یہ اچھی ماں کا انتخاب کرتا، یہ حق اس نے میرا مار دیا ہے۔

تو میرے عزیز دوستو بزرگو! دیکھ لیجئے یہ اولاد کا ایک بنیادی حق ہے کہ ان کے لئے ایک اچھی ماں کا انتخاب کرے، دیندار ماں کا انتخاب کرے، اگر عورت کے اندر دینداری آجاتی ہے تو سمجھ لیجئے کہ سارا گھر دیندار ہو جائے گا اور اگر عورت کے اندر بے دینی آگئی اور وہ دین پر آمادہ نہیں ہے تو شوہر جتنا بھی زور لگاتا رہے، بیٹے جتنے بھی زور لگاتے رہیں گے وہ بات کارگر ثابت نہیں ہوگی جو ایک عورت کی دینداری کی وجہ سے گھر کے اندر دینداری پیدا ہوگی، اگر گھر کے ماحولوں کو بدلنا ہے اور دیندار بنانا ہے تو اس کے لئے بنیاد ہے کہ عورت جو گھر کی ملکہ ہے، جو گھر کی بنیاد ہے، جو گھر کی چاردیواری کے اندر ہے، اس عورت کے اندر دینداری کو پیدا کرنے کی کوشش کی جائے ، اس کے اندر جو اثرات ہوں گے وہ اثرات اولاد میں منتقل ہوں گے، وہ جس طرح سے اٹھنا بیٹھنا اختیار کرے گی وہ اثرات اولاد میں منتقل ہوں گے، یہ لفظ آپ نے سنا ہوگا، کسی سے پوچھتے ہیں کہ بھئی آپ کی مادری زبان کیا ہے، مادر ماں کو کہتے ہیں، حالانکہ جس گھر میں آدمی رہتا ہے وہاں پدری زبان بھی تو ہے، پدر باپ کو کہتے ہیں، باپ بھی تو زبان بولتا ہے، عام طور پر

ماں باپ دونوں کی زبان ایک ہی ہوتی ہے، تو یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ مادری زبان کیا ہے؟اس لئے کہ بچہ ماں سے زبان سیکھتا ہے،،ماں سے الفاظ دیکھتا ہے،ماں سے بدتمیزیاں سیکھتا ہے،ماں سے اچھے اخلاق سیکھتا ہے، جو اچھے بول بولتا ہے،اس میں ماں کا بڑا کردار ہوتا ہے،اس میں بڑا اخلاق ہوتا ہے ماں کا،اس لئے ماؤں کو یہ چاہیئے کہ اپنے بچوں کے سامنے کبھی زبان سے نازیبہ کلمہ نہ کہیں، برا کلمہ نہ کہیں اس لئے کہ یہ کہا اور یہ بچے کے دل میں اور دماغ پر ایسا نقش ہوگیا یہ کلمہ کہ جو زندگی بھر وہاں سے مٹے گا نہیں، ہمیشہ ہمیشہ وہاں قائم رہے گا تو اس لئے کہا جاتا ہے مادری زبان، ماں سے انسان زبان سیکھا کرتا ہے، ماں سے بچہ اخلاق سیکھتا ہے تو ماؤں کا بڑا کردار ہوتا ہے،اس لئے فرمایا کہ سب سے پہلا حق تو یہ تھا کہ میرے لئے یہ اچھی ماں کا انتخاب کرتا،اس نے میرا حق چھینا ہے،میرے لئے اچھی ماں کا انتخاب نہیں کیا، دوسرا حق یہ تھا کہ میرا نام اچھا رکھتا،میرا نام بھی اس نے برا رکھا ہے،جعل رکھا ہے،جعل کا مطلب ہوتا ہے گوبر کا کیڑا، غلط نام رکھا ہے،آج ہم کہتے ہیں کہ نیا نام ہونا چاہیئے،ایسا نام ہو جو کسی نے نہ رکھا ہو،میرے عزیز دوستو بزرگو، ماؤں ، بہنو! دیکھو نبی پاک ﷺ نے کیسا نام رکھا ہے،آپ ﷺ نے قاسم رکھا،عبداللہ رکھا،طیب رکھا، زینب نام رکھا،ام کلثوم نام رکھا، فاطمہ نام رکھا،معلوم یہ ہوا کہ یہ نام بہترین نام ہیں،آپ ﷺ نے حسن نام رکھا،حسین نام رکھا،محسن نام رکھا،یہ نام اچھے نام ہیں تو ناموں میں اچھے نام کا انتخاب کیا جائے،کسی صحابی کا نام لے کے وہ اپنے بیٹے کا نام رکھ دے،یا قرآن کے شروع میں اللہ کے نام لکھے ہیں ان میں سے کوئی سا نام لے لے اور عبد لگا کر اپنے بیٹے کا نام رکھ دے،یہ جو آج تصور قائم ہوگیا ہے کہ نہیں بالکل نیا سا نام ہو، بلکہ کچھ تو الفاظ بلکہ پیدائش کا دن، تاریخ،وقت کیا تھا یہ سارا حساب کتاب کر کے جو نام رکھا جاتا ہے،شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں، نبی پاک ﷺ نے ایسی کوئی حیثیت ہمیں نہیں بتائی،آپ ﷺ نے یہ کوئی طریقہ ہمیں نہیں بتایا،

بس جو پسندیدہ نام ہو، اچھے معنی والا نام ہو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں قیامت میں اپنے باپوں کے نام سے پکارا جائے گا اس لئے اپنی اولادوں کے لئے اچھے نام رکھنا، اچھے نام کے اچھے اثرات پڑتے ہیں اور برے نام کے برے اثرات پڑتے ہیں تو وہ آدمی یہ کہہ رہا ہے کہ امیر المؤمنین اس نے میرا نام اچھا نہیں رکھا، آج کل یہ تصور ہوتا ہے قرآن سے نام نکالنے کا، دیکھئے قرآن مجید سے نام نکالنے کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن میں جو نام مذکور ہیں وہ نام نبیوں کے بھی ہیں، قرآن مجید میں کافروں کے نام بھی آئے، قارون کا نام، ہامان کا نام، فرعون کا نام بھی آیا ہے اور ابولہب کا نام بھی آیا ہے، بڑے بڑے ظالموں کے نام بھی آئے ہیں اور قرآن میں نبیوں کے نام بھی آئے، موسیٰ علیہ السلام کا نام بھی ہے، ایوب علیہ السلام کا نام بھی ہے، عیسیٰ علیہ السلام کا نام بھی ہے، داؤد علیہ السلام کا نام بھی ہے، پچیس انبیاء کے نام اللہ پاک نے قرآن میں ذکر فرمائے تو یہ تو نام ہوگئے، اسی طرح سے کچھ سورتوں کے نام جو ہیں یا کچھ اور الفاظ ہیں جو لفظ ہیں اچھے لگتے ہیں ہم اس کا انتخاب کر کے اپنے بچے کا نام رکھ دیتے ہیں، یاد رکھیں کسی سے اس کا معنی اور مطلب سمجھا جائے، بسا اوقات اس کا کوئی معنی بنتا ہی نہیں ہے، اس کا ہم نام رکھ دیتے ہیں، ایک چھوٹا سا نام رکھ دیجئے، ایک کام ہے، ہم کرتے ہیں مثال کے طور پر ہم کہتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں، کھانا کھا رہا ہوں، اب یہ کھانا کھانا، نماز پڑھنا، روزہ رکھنا یہ نام تو نہیں ہے، یہ تو فعل ہے، اب عربی میں اس کو پڑھا جاتا ہے، ''اُصَلِّیْ'' اب ایک آدمی کو یہ پسند آجاتا ہے، اس نے یہی نام رکھ دیا، میرے آپ کے اعتبار سے تو کوئی بات نہیں، لیکن عربی سمجھنے والا تو سن کے ہنسے گا، تو ایسا نہ کیا جائے، نام اگر آپ قرآن سے رکھتے ہیں تو صحیح نام کا انتخاب کیا جائے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لفظ کاٹ دیا جاتا ہے، آدھا لفظ یہاں سے لے لیتے ہیں اور آدھا وہاں سے، جس کا معنی ہی تبدیل ہو جاتا ہے جیسے لفظِ تحریم، کل پرسوں ایک صاحب تشریف لائے اور بولے کہ جی بیٹی پیدا

ہوئی اور میں چاہتا ہوں کہ اس کا نام تحریم رکھ دوں، کہ یہ قرآن میں موجود ہے، اور مجھے بہت پیارا لگتا ہے، یہ تو صحیح نہیں بھئی، قرآن میں تو سورت آئی ہے اس نام کی، قرآن میں تو اور بھی بہت ساری سورتیں ہیں اور اگر بات یہ ہے کہ جناب قرآن میں آیا ہے تو قرآن میں تو فرعون کا بھی نام آیا ہے، ہامان کا بھی نام آیا ہے تو تحریم کے معنی ہے حرام کرنا، سورت کا معنی ہے کہ اس کے اندر حرام کرنے کی بات ہے، اس کے اندر اللہ نے احکامات کو بیان فرمایا ہے اس لئے اس کا نام تحریم ہے، تو نام اچھا رکھا جائے، بچی کا نام رکھنا ہے، اچھا رکھا جائے، صحابیات کے نام بہترین ہیں، اچھے اچھے نام رکھے جائیں، یہ اولاد کا بڑا حق ہوتا ہے۔

اور پھر اس شخص نے کہا تیسرا حق تو یہ تھا کہ یہ میری اچھی تربیت کرتا، اس اللہ کے بندے نے میری کوئی تربیت نہیں کی، نہ تو اس نے مجھے کچھ سکھایا نہ اللہ کا تعلق بتایا، نہ اللہ کے نبی ﷺ کی محبت سکھائی، کوئی دین کی بات نہیں بتائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس باپ کو کہا یہاں سے اٹھ جاؤ اور ارشاد فرمایا کہ دیکھو تو باپ کہلانے کا مستحق نہیں ہے کہ تو نے اپنی اولاد کے بنیادی جو حقوق تھے وہ ضائع کیے، لہٰذا تو باپ کہلانے کا مستحق نہیں ہے، تو اس لئے یہ اولاد کے حقوق ہیں اور یہ اچھی تربیت کرنا، یہ بہت بڑا حق ہے، رسول اکرم ﷺ کا فرمان گرامی ہے کہ ایک باپ اپنی اولادوں کو بہت چیزیں دیتا ہے، مال بھی دیتا ہے، قسما قسم کے کھانے کی چیزیں بھی دیتا ہے، شادی بھی کرواتا ہے، کتنے مسائل ایک باپ اپنی اولاد کے پورے کیا کرتا ہے اور اس کے تمام مسائل دیکھا کرتا ہے، رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے جو بڑا کارنامہ ایک باپ نے انجام دیا وہ اولاد کی اچھی تربیت ہے، سب سے جو بڑا صدقۂ جاریہ، مرنے کے بعد جو کام آنے والا ہے وہ ہے جو آدمی اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرے، بچوں کے تین ادوار ہوتے ہیں، مزاج بڑا عجیب ہوتا ہے، یوں کہہ لیجئے کہ سب سے مشکل کام کوئی کہے تو وہ اولاد کی تربیت ہے، یہ

بچوں کا پالنا اور بچوں کی صحیح تربیت کرنا یہ سب سے مشکل کام ہے، کہ ان کے مزاج کو سمجھنا، ان کی نفسیات کو سمجھنا، کس وقت ڈانٹنا ہے، کس وقت نہیں ڈانٹنا، کتنا ڈانٹنا ہے، پیار کرنا ہے تو کتنا کرنا ہے، حد سے زیادہ پیار بھی صحیح نہیں ہے، حد سے زیادہ ڈانٹ بھی صحیح نہیں ہے اور یہ کب آئے گا؟ جب میں اور آپ اللہ سے مانگیں گے کہ یا اللہ ہمیں تربیت کرنے کی توفیق عطا فرما، اللہ سے مانگ مانگ کے چلیں گے، اللہ سے سیکھ سیکھ کے چلیں گے، یا اللہ ہمیں تربیت کرنا، سمجھانا نہیں آتا، سلجھانا نہیں آتا، بقول حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے، وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ میں تو اتنا ناکارہ ہوں کہ جس کام میں ہاتھ ڈالتا ہوں اس کو خراب ہی کر دیتا ہوں، یا اللہ تو ہمیں تربیت کرنے کی توفیق عطا فرما، ایسے اللہ سے مانگیں، یا اللہ جب میں نماز پڑھنے کھڑا ہوتا تو وہ بھی خراب ہو جاتی ہے، ریاکاری آجاتی ہے، نماز کتنا بہترین عمل تھا یا اللہ اس عمل کو شروع کیا، اس کو بھی خراب کر دیا، قرآن مجید ہے یا اللہ کتنا پیارا کلام ہے، تلاوت کتنا بڑا عمل ہے، یا اللہ تلاوت کرتا ہوں اس کے حق نہیں ادا کر پاتا یا اللہ تو میری مدد کر دیجیے، اس طرح سے اللہ پاک سے مانگ مانگ کے چلیں گے تو انشاء اللہ اللہ تعالیٰ ہر مشکل کام آسان فرما دیں گے کیونکہ اس ذات باری تعالیٰ کے سامنے کوئی کام مشکل نہیں۔

عرض یہ کر رہا تھا کہ بچوں کے تین ادوار ہوتے ہیں، بچوں کی تربیت کے خاص بنیادی دور ہوتے ہیں، پہلا دور ہوتا ہے ابتدا سے لے کر نو سال تک، نو سال تک یہ بچہ آپ کی ہر بات سنتا ہے، بچہ غلام کی طرح ہوتا ہے، ماں جو کہے گی "جی امی" کہہ کر مان لیتا ہے، تھوڑا سا ڈانٹنے سے بات سن لیتا ہے، اور باپ کی بات بھی سن لیتا ہے، ہر بات ماننے کو تیار ہو جاتا ہے، اسے اس وقت اچھائی برائی کا کچھ پتہ نہیں ہے، اس کے سامنے نمونہ اس کی ماں اور باپ ہیں، کائنات میں سب سے بڑے اس کے لئے اس کی ماں اور اس کا باپ ہیں، وہ اس کے لئے وزیر اعظم سے بھی

بڑا درجہ رکھتے ہیں ،صدر سے بھی بڑا درجہ رکھتے ہیں اور دنیا کے ہر بڑے انسان سے بڑا درجہ رکھتے ہیں، جب تک اس کی عمر نو سال کو پہنچتی ہے، جب یہ نو سال کو پہنچ جاتا ہے تو اس کا اگلا مرحلہ شروع ہوتا ہے، نو سے پندرہ سال تک کا یہ دوسرا مرحلہ ہے، اس میں جب بچہ باہر نکلنا شروع کرتا ہے تو اب وہ باپ کی بات سنتا بھی ہے، غلام بھی ہوتا ہے، غلام کا معنی یہ کہ ہر بات سنتا ہے، اور ساتھ ساتھ مشیر بھی بنتا ہے، چھوٹے چھوٹے مشورے بھی دیا کرتا ہے، اس سے آپ نے کچھ بات کی تو مشورہ بھی دے گا کہ نہیں ابو یہ یوں ہونا چاہئے، کہ نہیں امی یہ یوں ہونا چاہئے، اگر اس کا مشورہ اچھا ہے تو اس کی حوصلہ افزائی کیجئے، اس سے بچے کے اندر صلاحیت پیدا ہوتی ہے کہ وہ ذی رائے بنتا ہے، بڑا بن کر ذی رائے انسان بنے گا، وہ دوسروں کے دسیوں مسائل حل کر سکے گا اس لئے کہ اس کی تربیت ماں نے، باپ نے ایسی کی ہے کہ اس کے ذہن کو بڑا کیا، وسعت دی اور اگر جو بھی مشورہ دے، اچھا بھی ہے، برا بھی ہے، ہر حال میں ہم نے اسے دبا دیا، ڈانٹ دیا تو سمجھو کہ یہ مشورے والی جو صلاحیت ہے یہ رائے پیدا ہونے والی جو صلاحیت ہے اس کو آپ نے دبا دیا، اس لئے حدیث پاک میں آتا ہے کہ یہ حیا یہ بنیاد ہے، بچہ چھوٹا ہوتا ہے تو حیا کرتا ہے، اور شرم کر رہا ہوتا ہے، جب بچے سے آپ کہتے ہیں کہ بیٹے کلمہ سناؤ، وہ شرم کے مارے نہیں سناپاتا، گھر والوں کو تو سناتا ہے، آس پاس کسی کو نہیں سناتا، حیا کر رہا ہوتا ہے، یہ فطرت ہے، بری چیز نہیں ہے، لیکن اس کو آپ صحیح استعمال کریں گے، اس کو صحیح نہج پر صحیح تربیت کریں گے تو بڑا ہو کے یہ حیا دار انسان بنے گا تو اگر بچے کی اچھی بات ہے تو اس پر اس کی حوصلہ افزائی کی جائے، اور اگر بری بات ہے تو پیار سے اسے ڈانٹا جائے، سمجھایا جائے کہ یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔

عرض کر رہا ہوں کہ یہ دوسرا مرحلہ ہے نو سے لے کے پندرہ سال کا، جس میں بچہ بات سنتا اور مشورے بھی دیتا ہے، آپ کا غلام بھی ہے، مشیر بھی ہے اور پھر تیسرا مرحلہ جو شروع ہوتا ہے

پندرہ سال سے آخر تک، پندرہ سال کے بعد اب دو ہی صورتیں ہیں، یا تو بچہ ماں باپ کا دوست یا بچہ ماں باپ کا دشمن، بس، تیسری کوئی صورت نہیں ہوتی، اب دیکھو کہ جناب پندرہ سال کے بعد جو ہم نے اچھی تربیت اگر نو سال میں پندرہ سال تک اچھی تربیت کی تو یہ دوست بنا ہوا ہوتا ہے، دوست بن کر چلے گا، اور اگر نہیں تو یہ دشمن اور عداوت پر اتر آئے گا، پھر اس کی جو غلط تربیت اور طریقہ ہوگا، جیسے ہی ماں اس غلط طریقے کو ٹوکے گی، باپ ٹوکے گا تو یہ ان کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھے گا، تو اس لئے یہ ابتدائی زمانہ بڑا عجیب زمانہ ہوتا ہے، آپ نے دیکھا ایک چھوٹا پودا ہوتا ہے، اسے مالی جس طرف موڑتا ہے تو وہ مڑ جاتا ہے لیکن جب وہ بڑا ہو جاتا ہے اور تنا آور درخت بن جاتا ہے تو اب اس کو موڑنے کی کوشش کرتے رہیں، جتنا زور لگا دیں وہ مڑے گا نہیں ٹوٹ جائے گا، تو موڑنے کا جو زمانہ تھا اس زمانے میں ہم نے اتنا لاڈ پیار دیا، اتنی محبت دی، اتنی محبت دی اور اب جناب وہ مڑنے کے زمانے سے نکل گیا، اب نہیں مڑے گا، اب نفرت پیدا ہو جائے گی، اب عداوت پیدا ہو جائے گی، آج یہی المیہ ہو جاتا ہے اور یہ شکوہ عام طور پر زبانوں پر آتا ہے کہ کیا کریں، جی بچے بات نہیں سنتے، بات نہیں مانتے، اس لئے کہ ابتدا سے جو تربیت ہم لے کے چلے تھے اس میں کوتاہی رہ گئی، کمی رہ گئی، نبی پاک ﷺ نے اولادوں کی تربیت بتاتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا دیکھو

"عَلِّمُوْا أَوْلَادَكُمْ حُبَّ نَبِيِّكُمْ"

"اپنی اولادوں کو اپنے نبی کی محبت سکھاؤ"

یہ سکھانے کی چیز ہے، کیسے سکھانے کی چیز ہے، ہم بچے کو کھانا کھانا سکھاتے ہیں، مہمان بن کے کہیں چلے گئے، کھانے کے آداب آپ نے بچے کو سمجھائے کہ بیٹے یوں کرنا ہوتا ہے، یوں نہیں کرنا ہوتا ہے، ٹھیک ہے والدین کو یہ آداب سکھانے چاہئیں، نبی پاک ﷺ فرما

رہے ہیں

"عَلِّمُوْا أَوْلَادَكُمْ حُبَّ نَبِيِّكُمْ"

اپنی اولادوں کو اپنے نبی کی محبت سکھاؤ، ان کے دلوں میں، دماغوں میں اپنے نبی کی محبت ڈالو، پیدا کرو اور فرمایا کہ

"عَلِّمُوْا اَوْلَادَكُمُ الْقُرْاٰنَ"

اپنی اولادوں کو اپنے بچوں کو قرآن کی تعلیم سکھاؤ، یہ تربیت کا حصہ ہے اور پھر تیسری بات ارشاد فرمائی

"عَلِّمُوْا أَوْلَادَكُمْ حُبَّ آلِ نَبِيِّكُمْ"

''اپنی اولادوں کو اپنے نبی کے گھر والوں کی محبت بھی بتاؤ''

کیا سکھاؤ؟ نبی کے گھر والے، نبی کا خاندان، نبی کے رشتے دار، نبی پاک ﷺ کے صحابہ کی محبت اپنے بچوں کے دلوں اور دماغوں میں ڈالو، آج دیکھتے ہیں جس ماحول اور معاشرے میں ہم گزر رہے ہیں، کرکٹ کی جو ٹیم ہے، ہمارے بچوں کو سب کے نام یاد ہوتے ہیں، نہ صرف نام یاد ہوتے ہیں بلکہ ان کا پورا حسب نسب بھی یاد ہوتا ہے، یہ کہاں کا رہنے والا ہے، اس نے کیسا کھیلا ہے، کتنی سینچریز بنائی ہیں اور ہر قسم کی باتیں خرافات بچے یاد کر رہے ہیں تو اس سے کیا پتہ چلتا ہے؟ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ نے ان کو اتنا دماغ دیا ہوا ہے، دماغ ان کے پاس اتنا ہے کہ بہت کچھ محفوظ کر سکتے ہیں، کاش اس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت محفوظ ہو جاتی، کاش اس دماغ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کوئی معاملہ، کچھ احوال محفوظ ہو جاتے، کاش حضرت عثمان بن عفانؓ کی حیا اس کے دل و دماغ میں کچھ بٹھائی جاتی، کاش حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت اس بچے کے دل میں بٹھائی جاتی، دیکھیں صحابہ رضی اللہ عنہم

کے بچوں کی بہادری کا کیا کہنا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ ایک راستے سے جا رہے تھے دیکھا کہ لوگ کھڑے ہیں، بہت سارا مجمع اکٹھا ہے، لوگ کھڑے ہیں، کیا ہوا بھئی؟ کہا کہ سامنے راستے میں شیر بیٹھا ہے اور راستہ چھوڑ نہیں رہا، ایک چھوٹا سا راستہ ہے، پگھڈنڈی ہے، وہ راستہ چھوڑے گا تو ہم گزریں گے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آگے پہنچے اور جا کے کان سے پکڑ کے کھینچا اور اس سے کہا کہ جاؤ، کیوں مسلمانوں کو ایذا اور تکلیف دیتے ہو؟ چھوڑو راستہ یہاں سے، چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ وہ شیر دم دبا کے جنگل کی طرف بھاگ گیا، تو کسی نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا آپ کو ڈر نہیں لگا شیر سے؟ کہا کہ بھئی ہم نے تو ڈر دیکھا ہی نہیں، ہم نے عمر رضی اللہ عنہ کے گھر میں آنکھ کھولی ہے، ہم نے تو ڈر دیکھا ہی نہیں، تو یہ کیا ہے؟ اگر صحابہ کے حالات، یہ زندگیاں ہم بچوں کو بتائیں گے، سکھائیں گے، یہ واقعات سنائیں گے تو کیا نتیجہ نکلے گا؟ ہمارے بچوں میں بہادری پیدا ہوگی، آج میڈیا کے جو حالات ہیں آپ جانتے ہیں بچوں کو بزدل بنانے کے سب سے بڑے ذرائع ہمارے گھر میں موجود ہیں، فلموں کے ذریعے، ٹیلی وژن کے ذریعے، ان سب چیزوں کے ذریعے وہاں جتنی دنیا جہاں کی خرافات، وہاں ڈکیتیاں، چوریاں، قتل و غارت کے سارے ڈرامے جو بچے دیکھتے ہیں وہی بچوں کے دلوں میں یہ باتیں پیدا ہوتی ہیں اور پھر نتیجہ یہی نکلے گا کہ ہمارے بچے بزدل بنیں گے، ہمارے بچے ڈرپوک بنیں گے، ہمارے بچے صحیح دیندار نہیں بن پاتے، ہمارے بچوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت دل میں نہیں بیٹھ پاتی، کیوں نہیں بیٹھ پاتی؟ اس لئے کہ صحبت ہی ہم نے ان کو گندی دی ہے، یہ گویا کہ ایک آدمی کسی کو یوں کہہ لیجئے کہ ایک گھنٹہ دو گھنٹے ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر واہیات اور فحش قسم کا ڈراما اور فلم دیکھ رہا ہے اور ماں اور باپ اسے نہ ٹوکے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک گھنٹہ وہ گندی صحبت میں بیٹھا ہے، آپ یہ نہ کہیئے کہ وہ

ہمارے گھر میں بیٹھا ہے، وہ جس ملک کی خرافات دیکھ رہا ہے وہ اس ملک میں جو خرافات کرنے والے ہیں یہ گویا کہ ان کے ساتھ شریک ہے، یہ حدیث میں تو صراحتاً بتایا گیا کہ جو کام کرنا ناجائز ہے اس کا دیکھنا بھی ناجائز ہے، تو یہ تربیت کون کرے گا؟ یہ اپنے بچوں کو باتیں کون سکھائے گا؟ یہ ہم نے ہی سکھانی ہیں، آج ہم یہ کہیں کہ بھئی کیا کریں اصل میں ایسا دور اور زمانہ آگیا اگر باپ کنٹرول کرتا ہے، ماں اولاد کا تحفظ کرنے کے لئے کھڑی ہو جاتی ہے کہ نہیں یہ کرنے دو، اور جب بری صحبت اختیار کرتے ہیں تو نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ ہاتھ سے نکل جاتے ہیں تو اب ماں بھی روتی ہے، باپ بھی روتا ہے، ہاتھ کچھ نہیں آتا، تو اس لئے یہاں ہی سے کنٹرول کرنے کا وقت ہے، یہ سنبھالنے کا ٹائم ہوتا ہے بچوں کا، انہیں سنبھالا جائے، انہیں نبی پاک ﷺ کی محبت سکھائی جائے، انہیں آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت سکھائی جائے، انہیں قرآن مجید کی تربیت دی جائے، انہیں اللہ پاک کی وحدانیت، اللہ پاک کی توحید بتائی جائے، سکھائی جائے، یہ بنیادی ذمہ داریاں ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کیسی عجیب زندگی تھی، انتہائی مدبر انسان تھے، انتہائی ذی رحم اور فہم تھے اور یہ وہ بندے تھے کہ جس کے بارے میں کہا جائے کہ معاملے کو سمجھنے والے انسان تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو! تم کہتے ہو کسریٰ بڑا ذہین انسان ہے، تم کہتے ہو وہ بڑا سیاستدان انسان ہے، بڑی زبردست سیاست کرتا ہے، اگر تمہیں مسلمانوں کا سیاستدان دیکھنا ہے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لو، اگر مسلمانوں کے ذہین اور ذیرک انسان کو دیکھنا ہے تو معاویہ بن ابی سفیان کو دیکھ لینا، کون جانتا ہے معاویہ کے حالات کیا ہیں، کون جانتا ہے معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کیا تھی کہ جنہیں رسول پاک ﷺ کی یہ دعا تھی:

"اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتٰبَ وَالْحِسَابَ" (۱)

''اے اللہ انہیں کتاب یعنی قرآن کریم کا علم عطا فرما اور اسے حساب کا علم عطا فرما''

تو جسے نبی کی دعا ہو، اس کے علم کے کیا کہنے، اس کے ذہین اور فطین ہونے کے کیا کہنے، وہ کتنا ذہین اور فطین ہوگا، رسول پاک ﷺ سے زیادہ کائنات میں کوئی ذہین اور فطین آج تک نہیں آیا، جس دور میں اللہ پاک جو نبی بھیجتا ہے وہ نبی اس زمانے کے سب سے ذہین انسانوں میں سب سے ذہین انسان ہوتا ہے، نبی پر کوئی انسان انگلی نہیں اٹھا سکتا اور پھر جو نبی کے چاہنے والے اور نبی کے اوپر ایمان لانے والے سب سے پہلے لوگ ہوتے ہیں وہ سب سے بڑے ذہین انسان کہلاتے ہیں اس لئے کہ جنہوں نے آخرت کو پہچانا، اللہ کو جانا، دنیا کے معاملات میں بے چارے سیدھے سادھے تھے، کچھ معلوم نہیں تھا لیکن آخرت کے معاملے میں بڑے ذہین انسان تھے، ذہانت کی مثال دیکھئے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، دونوں کا آپس میں مکالمہ ہوا اور چونکہ آخرت کے متعلق یہ انسان بڑے ذہین و فطین تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں کہ اے ابو بکر صدیق ایک سودا کرتے ہیں، کیا سودا؟ وہ جو ہجرت کے موقع پر آپ نے نبی پاک ﷺ کے ساتھ جو تین راتیں گزاری ہیں، ان تین راتوں میں جو نیکیاں آپ نے کمائی ہیں وہ آپ مجھے دے دیں اور میری ساری زندگی کی نیکیاں آپ لے لیں، ایک طرف ساری زندگی، ایک طرف صرف تین راتیں، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا اے اللہ کے رسول یہ آسمان کے ستاروں کی جتنی بھی کسی کی نیکیاں ہوں گی؟ تو رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں عمر کی نیکیاں آسمان کے ستاروں سے زیادہ ہیں، تو پھر حضرت عائشہ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول میرے باپ کے متعلق کیا کہنا ہے؟ فرمایا ان کا تو ان سے بھی آگے کا حساب ہے، ان کا

---

(۱) اخرجہ فی المعجم الکبیر للطبرانی.

حساب ہی نہیں ہے، سب کے بدلے میں نے دے دیے ہیں، ابوبکر اصدیق کا بدلہ میں نہیں دے سکتا، اللہ پاک خود آخرت میں ان کا بدلہ دے گا، آخری موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو جس کا میں نے قرض دینا ہے، جس کا میں نے حساب دینا ہے، جس کو میں نے ستایا ہے، نبی کیا ستائے گا کسی کو، لیکن ارشاد فرمایا کبھی میں نے کسی کو ستایا ہے، تکلیف دی ہے آج سامنے آجائے، سب کا بدلہ دینے کو تیار ہوں لیکن ابوبکر وہ آدمی ہیں جن کا بدلہ میں نہیں دے سکتا، آخرت میں اللہ پاک دیں گے، تو یہ مکالمہ چلا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ وہ تین راتوں کی نیکیاں مجھے دے دیں اور ساری زندگی کی میری نیکیاں آپ لے لیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس بات پر تیار نہیں ہوئے، کیوں؟ اس لئے کہ سامنے آخرت تھی وہ سمجھتے تھے کہ نبی پاک ﷺ کی صحبت میں وہ جو تین راتیں گزری ہیں اور آپ ﷺ کو اپنے کندھے پر اٹھا کر پہاڑ پر جو میں چڑھا ہوں اور وہ جو نیکیاں ہیں اور اس موقع پر جو میں نے غم اور دکھ اور درد اور ڈر سہا ہے کہ جناب سامنے سے دشمن آرہا ہے کہیں نبی پاک ﷺ کو اذیت نہ دے، کبھی آپ ﷺ کے پیچھے چل رہے ہیں، کبھی آگے چل رہے ہیں، پوچھا کہ ابوبکر یہ کیا ہوا ایک طرف کیوں نہیں ہو کے چلتے ہو؟ کبھی آگے چلتے ہو کبھی پیچھے چلتے ہو، کہا اے اللہ کے رسول کبھی خیال آتا ہے کہ سامنے سے دشمن نہ آجائے تو آگے آجاتا ہوں، کبھی یہ خیال آتا ہے کہ کہیں پیچھے سے نہ آجائے تو پیچھے چلا جاتا ہوں، بس اس بے قراری کے اندر وہ سفر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غار ثور والا سفر آپ ﷺ کے ساتھ طے فرمایا تھا تو کہا کہ یہ نیکیاں مجھے دے دو، مگر حضرت ابوبکر نے ارشاد فرمایا کہ نہیں یہ سودا میں نہیں کر سکتا، یہ اللہ پاک نے جس کے مقدر میں یہ نیکیاں لکھ دی ہیں اور فرمایا کرتے تھے کہ نبی پاک ﷺ اس موقع پر غار میں جب آرام فرما رہے تھے، رسول پاک ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا، مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسا کہ رحل کے اندر قرآن مجید کھلا

ہوا ہوتا ہے اور جی بھر کے دیکھا، کوئی انسان نہیں تھا یہاں بس ہم دونوں تھے، جی بھر کے دیکھا اللہ کے نبی ﷺ کو، اتنا دیکھا اتنا دیکھا، آنکھیں پھر بھی نہیں بھرتی تھیں، اور سارے سوراخ بند کیے، ایک چھوٹا سا سوراخ رہ گیا، وہاں اور کچھ نہ ملا اپنے پاؤں کا انگوٹھا رکھ دیا اور وہاں سے سانپ نے آکر ڈسا تو درد محسوس ہوا، ہٹایا پھر بھی نہیں کہ نبی پاک ﷺ جاگ نہ جائیں، آنکھوں سے آنسو نکلے، آنسو رسول پاک ﷺ کے رخسار پر جب پڑے آپ ﷺ بیدار ہو گئے، کہا کیا ہوا؟ کہا سانپ نے ڈس لیا اور بعض محدثین نے تو بڑا عجیب لکھا ہے کہ سانپ کو اللہ پاک کی جانب سے الہام ہوا تھا کہ اللہ کے نبی ﷺ یہاں آئے ہیں، وہ زیارت کرنے کے لئے آیا اسے باہر نکل کر زیارت کرنے کا راستہ نہیں ملا اس لئے اس نے راستہ بنانے کے لئے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو ڈسا تھا، وہ سانپ بھی اللہ کے نبی سے کیا محبت کرتا ہے، ایک موذی جانور بھی اللہ کے نبی سے کس قدر محبت کرتا ہے۔

میرے عزیز دوستو بزرگو! انسان محبت نہ کرے، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ عجیب فرمایا کرتے تھے، کہا کرتے تھے لوگو! دیکھو اللہ کے نبی کی محبت اپنے دلوں میں پیدا کرو اور اگر نہیں پیدا ہوتی تو کھجور کی اس ٹہنی سے اللہ کے نبی ﷺ کی محبت سیکھو، آپ ﷺ جس کے ساتھ ٹیک لگا کے خطبہ دیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کے لئے منبر بنایا گیا، جب منبر بنایا گیا، نبی پاک ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور منبر پر جب تشریف لے گئے تو وہ خشک تنا، اس سے آواز آئی، صحابہ کہتے ہیں ایسے اس سے آواز آئی، ایسے رونے لگا جس طرح سے دس ماہ کی اونٹنی، جب وہ بچہ جننے کے قابل ہوتی ہے، اسے جو اذیت اور تکلیف ہوتی ہے تو وہ جو بڑبڑا رہی ہوتی ہے، اس قسم کی آوازیں اس سے آ رہی تھی، نبی پاک ﷺ دوڑے اور جا کے اسے سینے سے لگایا اور کہا کہ ایک سودا کر لیتے ہیں کہ اللہ پاک سے میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تجھے جنت کا درخت بنا

دے اور ہمیشہ ہمیشہ تجھے سرسبز اور شاداب رکھے اور تو رونا بند کردے، اس نے کہا ٹھیک ہے اللہ کے رسول میں آپ کی اس بات کو سن لیتی ہوں، قبول ہے مجھے، چنانچہ نبی پاک ﷺ نے اس کے لئے دعا فرمائی اور اس تنے کو جنت کا درخت بنا دیا گیا، تو ارشاد فرمایا کرتے تھے یہ بات ذکر کرکے کہ دیکھو اللہ کے نبی ﷺ کی محبت اس ٹہنی سے سیکھو، اللہ کے نبی ﷺ کی محبت اس تنے سے سیکھو، اس بے جان چیز سے سیکھو کہ اس کے اندر اللہ کے نبی ﷺ کی کتنی محبت تھی کہ اللہ کے نبی ﷺ کا فراق اور جدائی وہ برداشت نہ کرپایا اور رونے لگا تو میرے عزیز دوستو بزرگو! مجھے اور آپ کو کتنی اللہ کے نبی سے محبت کرنی چاہیے، اور ہمیں اپنی اولادوں کو کس قدر اللہ کے نبی ﷺ کی محبت سکھانی چاہیے، یہ ہماری ذمہ داری ہے، یہ اولادوں کا بنیادی حق ہے اور یہ عرض کررہا تھا کہ صحابہ کی زندگیاں سکھایئے، آپ ﷺ کے صحابہ کی جو کتابیں ملتی ہیں، "حیات الصحابۃ" ایک کتاب ہے، حضرت مولانا یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ کی کتاب ہے عربی میں، اردو میں اس کا ترجمہ ملتا ہے، یہ ہر گھر کی ضرورت ہے، تین جلدوں میں یہ کتاب ہے، صحابہ کی زندگیاں اس میں محفوظ ہیں، آپ ﷺ کے صحابہ کا تقویٰ کیسا تھا، عبادتیں کیسی تھیں اور اللہ کے راستے میں ان کا نکلنا کیسا تھا، اللہ کے راستے میں ان کا لڑنا کیسا تھا، ان کی بہادریاں کیسی ہوا کرتی تھیں، ہر ہر چیز اس کتاب میں مذکور ہے اور بہت اچھے انداز سے، ہم بہت زیادہ نہیں کرسکتے، ہر دن ایک صفحہ کھول کر ایک آدمی پڑھ لے، ایک واقعہ پڑھ لے جس سے ہمارے بچوں کے دلوں میں صحابہ اور نبی پاک ﷺ کی محبت پیدا ہوگی اور یاد رکھئے جس انسان کے دل میں جس کی محبت ہوتی ہے، انسان کی فطرت ہے آدمی اس کی طرح بننا چاہتا ہے، جس کی محبت ہوتی ہے اسی کی طرح بنتا ہے، اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بچوں کی طرح بن جائیں اور اس طرح کی بہادری اور دلیری اور ایثار اور قربانی کے جذبات ہمارے بچوں میں آئیں تو یہ تذکرے

گھروں کے اندر کرنے پڑیں گے، ان واقعات کو گھروں میں سنانا پڑے گا، اس طرح بچوں کی تربیت اچھی ہوسکتی ہے، اور یاد رکھئے بچوں کی نگہداشت کرنا، اور بچیوں کی نگہداشت کرنا، ان کی ہر چیز کی حفاظت کرنا یہ ماں باپ کی ذمہ داری ہے، آج آپ نے دیکھا بچے کے سر پر ٹوپی دوسری ہے، بچے نے چپل اپنے بدلے ہوئے ہیں، جوتے تبدیل کر کے آگیا، یہ ماں باپ کی ذمہ داری ہے، اس سے پوچھیں یہ کیوں بدل کے آگیا، کیا معاملہ ہے، کہاں سے لے کے آیا ہے، بلاوجہ کیوں کہیں سے چیز لے کر آیا ہے، ایسا تو نہیں ہے کہ کہیں سے اٹھا کے لے آیا ہے، کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ غصب کر کے لے آیا ہو، یہ سب ماں باپ کی ذمہ داری ہے اور اسی طرح سے یہ بھی ذمہ داری ہے کہ آج تو موبائل کا زمانہ ہے، چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہاتھ میں ہے، یہ ماں باپ کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ دیکھیں کہ ہمارا بیٹا کس کے ساتھ بات کر رہا ہے، اس کے موبائل میں کس کس کے نمبر محفوظ ہیں، ہماری بچی کس کس سے بات کر رہی ہے اور اس کے موبائل میں کس کس کے نمبر محفوظ ہیں، اس معاملے میں بالکل آپ بدگمانی کیجئے، بالکل بدگمانی کیجئے، اس میں بدگمانی کا حق ہے ماں باپ کو کہ اولاد کے اس معاملے میں، جہاں ان کی عزت داغدار ہونے کا خدشہ ہے، جہاں ان کی عافیت داغدار ہونے کا خدشہ ہے وہاں وہ بالکل کڑی نگاہ رکھیں، وہاں وہ بدگمانی کریں۔

میرے عزیز دوستو بزرگو! اس طرح سے اگر ہم تربیت کریں گے اور ان کی ایک ایک چیز کو دیکھیں گے، سنیں گے، زندگی کا ایک ایک لمحہ دیکھیں گے تو اس طرح سے بچوں کی اچھی تربیت ہو پائے گی، اور پھر یہ بچے بڑے بن کر والدین کے نافرمان اور اللہ تعالی کے حکموں کی بھی نافرمانی کرنے والے، اپنے نفع نقصان سے بے پرواہ، عیش وعشرت سے زندگی گزارنے والے، اور برے لوگوں کی صحبت میں رہنے والے، ہر قسم کا نشہ اور ہر قسم کی خرافات میں حصہ لینے

والے بن جائیں گے۔

عرض کر رہا ہوں کہ جب پندرہ سال کی عمر سے گزر جائیں گے تو پھر آپ کو زیادہ محنت کی ضرورت نہیں ہے، بیس سال سے گزر جائیں گے تو آپ کو بہت زیادہ محنت کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ آپ نے پہلے سخت محنت کر لی ہے، جان مار لی ہے آپ نے تو یہ جو پہلے محنت کا زمانہ ہے، پہلا دور، دوسرا دور، تیسرا دور، اس زمانے میں بچوں کو بالکل آزاد نہ چھوڑا جائے بلکہ ان پر محنت کی جائے، اللہ تبارک وتعالی ہم سب کو اچھی تربیت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور اللہ سے ہمیشہ یہ دعا مانگا کریں

﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾ (۱)

"اے ہمارے رب ہمیں عطاء فرمادیجئے ایسی بیویاں
اور ایسی اولاد جو ہمارے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک
بنیں اور ہمیں پرہیزگاروں کا سردار بنا دیجئے"

یہ اولاد کی اچھی تربیت کے لئے اور گھر والوں کی اچھی تربیت کے لئے بہترین دعا ہے۔

بلوغت کے بعد بچے کی ذمہ داری

رسول اللہ ﷺ نے باپ کی ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری یہ بھی بتلائی ہے کہ جب بچہ یا بچی نکاح کے قابل ہو جائے تو اس کے نکاح کا بندوبست کیا جائے، اس میں غفلت برتنے سے انتہائی گریز کیا جائے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے:

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَلْيُحْسِنْ اسْمَهُ وَأَدَبَهُ فَإِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ

---

(۱) سورۃ الفرقان: ۷۴.

فَإِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَأَصَابَ إِثْماً فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلٰى أَبِيْهِ" (۱)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ اولاد عطاء فرمائی اس کو چاہئے کہ اس کا اچھا نام رکھے اس کو اچھی تربیت دے اور اچھا طریقہ سکھائے، پھر جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کے نکاح کا بندوبست کرے اگر اس نے اس میں کوتاہی کی اور شادی کی عمر کو پہنچ جانے پر بھی اپنی غفلت اور لاپرواہی سے اس کی شادی کا بندوبست نہیں کیا جس کی وجہ سے وہ گناہ میں مبتلا ہو گیا تو اس کا والد اس گناہ کا ذمہ دار ہوگا"

اس حدیث میں اولاد کے قابل شادی ہو جانے پر اس کے نکاح اور شادی کا بندوبست کو بھی باپ کا فریضہ قرار دیا گیا ہے، افسوس ہے کہ ہمارے معاشرے میں اس بارے میں بڑی کوتاہی ہو رہی ہے جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے دوسروں کی تقلید میں نکاح اور شادی کو بے حد بھاری اور بوجھل بنا لیا ہے اور ان کے رسم و رواج کی بیڑیاں اپنے پاؤں میں ڈال لی ہیں، اگر ہم اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں اور نکاح شادی اس طرح کرنے لگیں جس طرح رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے اور اپنی صاحبزادیوں کے نکاح کئے تھے، تو یہ کام اتنا ہلکا پھلکا ہو جائے جتنا ایک مسلمان کے لئے جمعہ کی نماز ادا کرنا، اور پھر اس نکاح اور شادی میں وہ برکتیں ہوں جن سے ہم بالکل محروم ہو گئے ہیں۔

اہل وعیال کی نگرانی کا حکم

"عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: أَوْصَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَشْرَ كَلِمَاتٍ قَالَ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ وَإِنْ قُتِلْتَ أَوْ حُرِّقْتَ ...... وَأَنْفِقْ عَلٰى عِيَالِكَ مِنْ طَوْلِكَ وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ أَدَباً وَأَخِفْهُمْ فِي اللّٰهِ" (۲)

"حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ

---

(۱) مشکاۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب الولی فی النکاح رقم الحدیث: ۳۱۳۸، (۲) مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، رقم الحدیث: ۶۱

نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی (۱) اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنا اگر چہ تو قتل کر دیا جائے اور تجھے جلا دیا جائے (۲) اور اپنے ماں باپ کی نافرمانی ہرگز نہ کرنا اگر چہ تجھے حکم دے دیں کہ اپنے گھر والوں کو اور مال و دولت کو چھوڑ کر نکل جا (۳) فرض نماز ہرگز قصداً نہ چھوڑ کیونکہ جس نے قصداً فرض نماز چھوڑ دی اس سے اللہ کا ذمہ بری ہو گیا (۴) شراب ہرگز مت پی کیونکہ یہ ہر بے حیائی کی جڑ ہے (۵) گناہ سے بچ کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ کی ناراضگی نازل ہو جاتی ہے (۶) میدان جہاد سے مت بھاگ اگر چہ دوسرے لوگ (تیرے ساتھی) ہلاک ہو جائیں (۷) جب لوگوں میں (وبائی) موت پھیل جائے اور تو وہاں موجود ہو تو وہاں جم کر رہنا (اس جگہ کو چھوڑ مت جانا) (۸) اور جن کا خرچ تجھ پر لازم ہے (بیوی بچے وغیرہ) ان پر اپنا اچھا مال خرچ کرنا (۹) اور ان کو ادب سکھانے کے پیش نظر ان سے اپنی لاٹھی ہٹا کر مت رکھنا (۱۰) اور ان کو (اللہ کے احکام وقوانین) کے بارے میں ڈراتے رہنا۔

اس حدیث میں جن باتوں کی نصیحت فرمائی ہے بہت اہم ہیں، ورد زبان اور حرز جان بنانے کے قابل ہیں، آب زر سے لکھی جائیں تب بھی ان کا حق ادا نہیں ہوگا، مسلمان پر لازم ہے کہ ان نصیحتوں پر عمل کرے۔

اس حدیث میں جو نصیحتیں ہمارے اس موضوع سے متعلق ہیں وہ آخری تین ہیں، جس کے بارے میں مختصر تفصیلی بحث فائدے سے خالی ہرگز نہ رہے گا۔

آٹھویں نصیحت

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"وَأَنْفِقْ عَلٰى عَيَالِكَ مِنْ طَوْلِكَ" (۱)

''اور جن کا خرچ تجھ پر لازم ہے (بیوی بچے وغیرہ) ان پر اپنا اچھا مال خرچ کرنا''

آٹھویں نصیحت یہ فرمائی کہ اپنے بیوی بچوں پر اپنے اچھے اور عمدہ مال سے خرچ کرو، جس میں خصوصیت کے ساتھ ان لوگوں کو نصیحت ہے، جو اہل وعیال کے ضروری اخراجات میں کنجوسی برتتے ہیں، حرام مال تو حاصل کرنا ہی حرام ہے لہذا اس کو اہل وعیال پر خرچ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، جسے اللہ پاک حلال مال نصیب فرمائے اس کو بیوی بچوں میں اچھی طرح خرچ کرے البتہ فضول خرچی سے پرہیز کرے اور گناہوں میں خرچ نہ کرے، بہت سے لوگ بچوں کے لئے گڑیاں اور تصویریں خرید لاتے ہیں اور بعض لوگ سب بیوی بچوں کو لے کر سینما دکھاتے ہیں۔ یہ سب گناہ ہے بس اللہ کی ہی رضا پیش نظر رہنی چاہئے اس کی رضا کی فکر میں رہتے ہوئے جو راضی ہو جائے بہتر ہے اور جو ناراض ہو جائے ہمارے ذمہ اس کا راضی کرنا نہیں، ہمارے ذمہ صرف اللہ کو راضی کرنا ہے جو خالق و مالک ہے اسی کے فرمان سے اسی کے قانون کے مطابق بیوی بچوں پر خرچ کرنا چاہئے۔

نویں نصیحت

یہ فرمائی کہ اپنے گھر والوں کو ادب سکھانے میں کوتاہی نہ کرو اور لاٹھی اٹھا کر رکھ دینا جس کی وجہ سے وہ مطمئن ہو کر احکام خداوندی کو فراموش کر دیں، مقصد یہ ہے کہ اپنے گھر والوں کو اللہ تعالی کے احکام پر لگانے کی ہر وقت فکر رکھو، دین کے معاملہ میں کسی کا خیال رکھنا ان کو گوارا ہو یا ناگوار نمازیں پابندی سے پڑھواؤ اور رمضان کے روزے رکھواؤ حرام کاموں سے بچاؤ گناہوں سے پرہیز کراؤ، اخلاق و ادب سکھاؤ، اس بارے میں مار پیٹ کرنی پڑے تو اس سے بھی دریغ نہ کرو، ان کے ذہن میں یہ بات رہنی چاہئے کہ اگر تم نے دین کے خلاف کام کیا تو پٹائی ہوگی،

---

(۱) جزء من الحدیث السابق.

مطلب یہ نہیں کہ مار ہی بجاتے رہا کرو بلکہ مقصد یہ ہے کہ دین پر ڈالنے سے غافل نہ ہو اور گھر والوں کو دین پر چلانا اپنی ذمہ داری سمجھو اگر ذرا غفلت کرو گے تو وہ دلیر ہو جائیں گے، جب نافرمانی پر اتر آئیں گے تو کوئی بات نہیں مانیں گے۔ بہت سے لوگ دنیا کے کام اپنے اہل وعیال سے بڑی سختی سے لیتے ہیں، ان سے دنیا کا کوئی نقصان بھی ہو جائے تو سخت دارو گیر کرتے ہیں اور مار پٹائی سے بھی دریغ نہیں کرتے لیکن ان معاملات میں بالکل ایسے ہو جاتے ہیں جیسے ان کو سانپ سونگھ گیا اور انہیں کچھ پتہ نہیں ہے کہ گھر میں کیا ہو رہا ہے۔

بہت سے لوگ اپنی نماز مسجد میں جا کر پڑھنے کا اہتمام کر لیتے ہیں مگر گھر میں کس نے پڑھی؟ کون سوتا رہ گیا؟ اس کی کوئی فکر نہیں کرتے، یہ بڑی نادانی اور غفلت شعاری ہے دنیا والے جن چیزوں کو ادب تہذیب سمجھتے ہیں اگرچہ وہ گناہ ہی ہوں، بعض لوگ اپنی اولاد کو ان چیزوں کے سکھانے میں بہت پیش پیش ہوتے ہیں لیکن سب سے بڑا ادب جو انسان میں ہونا چاہئے وہ اپنے خالق ومالک سے غافل نہ ہو اس کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں دیتے جس کی وجہ سے معاشرہ میں سب سے زیادہ کمزور دین ہی ہے اور نزلہ عضو ضعیف پر گرتا ہے بچوں کو اگر پڑھاتے ہیں، یورپ اور امریکہ کے طرز پر زندگی گزارنے کے طور طریقے سکھاتے ہیں کچھ پتلون پہننے اور ٹائی لگانے کا ڈھنگ پوری توجہ سے بتاتے ہیں لیکن بیس سال کی اولاد ہو جاتی ہے اسے "سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ" تک بھی یاد نہیں ہوتا، یہ اپنے نفس پر بھی ظلم ہے اور اہل وعیال پر بھی۔

دسویں نصیحت

یہ فرمائی کہ اپنے اہل وعیال کو اللہ کے احکام وقوانین کے بارے ڈراتے رہو یہ نویں نصیحت کا تکملہ ہے مطلب ہے کہ محض ڈنڈے ہی کے زور سے کام نہ لو اس میں تو گھر والے صرف تم سے ڈریں گے، فکر یہ کرو کہ خدا سے ڈریں، ان کے دل میں خدائے پاک کا خوف بٹھانے کی

کوشش کرو اگر خدا کا خوف بیوی بچوں کے دل میں بٹھا دیا تو فرائض کی ادائیگی میں اور گناہ چھوڑنے میں اور نوافل واذکار کے لگنے میں انہیں تکلیف محسوس نہ ہوگی، جس کے سامنے قبر کے حالات بیان ہوتے رہتے ہوں۔میدان حشر کی نفسی نفسی کا ذکر بیان کیا جاتا ہو، دوزخ کے سخت عذاب کی کیفیت سنائی جاتی ہو وہ شخص کیسے گناہوں کی جرأت کرے گا اور کیونکہ خدائے پاک کی رضا کا اور ہمیشہ کے آرام وراحت کی جگہ کا یعنی جنت کا طلب گار ہوگا۔

ان نصیحتوں میں آخری دو نصیحتیں ایسی ہیں کہ ان کی طرف عورتوں کو زیادہ توجہ دینا لازم ہے کیونکہ مرد عموماً کمانے کے لئے نکل جاتے ہیں، بعض لوگ تو مہینوں بلکہ برسوں میں نوکری سے واپس آتے ہیں اس زمانہ میں بچوں کی دیکھ بھال اور ان کے دین وایمان کی نگرانی ماؤں کے ذمہ ہوتی ہے اور یہ تو عموماً روزانہ ہوتا ہے کہ مرد گھنٹوں کے حساب سے ڈیوٹی پر چلے جاتے ہیں پیچھے بچے ماؤں کے حوالے رہتے ہیں اور سات آٹھ سال تک بچہ ماں کے ساتھ چمٹا رہتا ہے، ماں اگر اس زمانہ میں اپنا رنگ ڈھنگ دینی بنائے رہے اور بچوں کو دین کے احکام پر ڈالے، نماز روزہ سکھائے، اور بتائے کے کفر وشرک اور بدعت اور خدائے پاک کی نافرمانی سے بچائے اور دنیا وآخرت میں جو اس کے نقصانات ہیں ان سے آگاہ کرتی رہے تو نئی نسل کی اٹھان نیک اور صالح ہو کیونکہ سب سے پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے، افسوس ہے آج کی مائیں اپنے بچہ کا ناس خود کھوتی ہیں، ان کو دین پر کیا لگاتیں بے دینی پر لگا دیتی ہیں، اس میں بچوں پر بھی ظلم ہوتا ہے اور اپنے آپ پر بھی۔

عورتیں اپنی اولاد کے لئے زیادہ پیسے والی ملازمت چاہتی ہیں، اس سلسلہ میں حرام وحلال کا خیال نہیں کرتیں اور اولاد کو یورپ اور امریکہ کے بے شرم لوگوں کی پوشاک میں دیکھنا چاہتی ہیں اور دنیا ہی کو ان کی زندگی کا مقصد بنا دیتی ہیں، یہ مسلمان عورت کا طریقہ نہیں، اگر بچے

زیادہ پیسے والی نوکری میں لگ گئے اور بنگلہ کوٹھی بنا کر رہنے لگے اور نمازیں غارت کرنے اور انہیں برباد کرنے کی وجہ سے دوزخ میں چلے گئے جس کی آگ دنیا کی اس آگ سے انہتر درجہ زیادہ گرم ہے تو اسے پیسے کوٹھی اور بنگلہ سے کیا نفع ہوا؟ باتیں تو ہماری خشک ہیں اور پرانی ہیں مگر ہیں صحیح جو برا مانے گا اپنا برا مانے گا۔

آج کل خواتین کو سونے اور ریشم نے خدا سے اور احکام شریعت پر عمل پیرا ہونے سے غافل رکھا ہے، درحقیقت عورتوں میں اچھے سے اچھے کپڑے اور عمدہ سے عمدہ زیور کی طلب اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ ان دونوں چیزوں کے لئے بہت سے گناہوں میں نہ صرف خود مبتلا ہوتی ہیں بلکہ اپنے شوہروں اور دوسرے عزیزوں کو بھی مبتلا کر دیتی ہیں، اگر مال حلال ہو اور وسعت ہو تو زیور اور پہننا جائز ہے اور عورت کو ریشم کے کپڑے پہننا بھی جائز ہے اور اب تو ریشم کی کوئی حقیقت ہی نہیں اس سے زیادہ بڑھ کر عمدہ اور پسندیدہ کپڑوں کی انواع واقسام مارکیٹ میں آچکی ہیں۔ بہرحال قیمتی کپڑوں کا پہننا بھی جائز ہے لیکن اس کے حاصل کرنے کے لئے جو ناجائز طریقے اختیار کئے جاتے ہیں اور زیور اور کپڑے کے استعمال میں دکھاؤ اور خود پسندی اور دوسروں کو حقیر جاننا اور اپنے کو بڑا سمجھنا جو عورتوں میں پایا جاتا ہے، اس نے عورتوں کو آخرت کی کامیابی سے پیچھے دھکیل دیا ہے۔

اول یہ دیکھ لینا چاہئے کہ اپنے پاس ذاتی حلال مال زیور بنانے کے لائق ہے یا نہیں یعنی دوسری جائز ضروریات کے باوجود مال میں گنجائش ہے یا نہیں اگر اپنے پاس ذاتی مال نہ ہو اور شوہر سے بنوانا ہو یا ماں باپ سے تیار کرانا ہو تو ان کے پاس بھی گنجائش دیکھنا چاہئے لیکن ہوتا یہ ہے کہ پیسہ پاس نہ ہو یا کم ہو تو سود پر رقم لے کر بنوا لیتی ہے شوہر کے پاس نہیں ہوتا تو اسے مجبور کرتی ہے کہ رشوت لے اور زیور بنا کر دے پھر یہ بھی سب عورتیں جانتی ہیں کہ زیور گھر میں ہر

وقت نہیں پہنتی ہیں بلکہ اس کی ضرورت بیاہ شادی میں شریک ہونے اور کسی طرح کی مجلسوں میں جانے کے لئے ہوتی ہے اس میں چونکہ شان جتانے کے اور دکھاوا کرنے کی نیت ہوتی ہے اس لئے جس شادی میں شریک ہونا ہے یا جس محفل میں جانا ہے اس کی تاریخ آنے تک بنوا کر چھوڑتی ہیں، پھر یہ مصیبت ہے کہ پرانا ڈیزائین نہیں چلتا ہے معاشرہ میں جس نئے ڈیزائن کے زیور آجائیں اور پرانے ڈیزائن تڑوا کر نئے ڈیزائن کے مطابق بنوانے کی فکر کی جاتی ہے اور اس میں بھی وہی ریاکاری والا نفس کا چور موجود ہوتا ہے کپڑوں کے بارے میں بھی یہی بات ہے کہ کئی جوڑے کپڑے رکھے ہیں لیکن مجلسوں اور محفلوں میں جانے کے لئے نئے لباس ضروری سمجھتی ہیں اور کہتی ہیں کہ یہ جوڑے تو کئی مرتبہ پہنے جا چکے ہیں ان ہی میں سے پہن کر جائیں گی تو عورتیں نام دھریں گی اور کہیں گی فلانی کے پاس تو یہی دو جوڑے ہیں ان کو ادل بدل کر آجاتی ہے، اس میں بھی وہی دکھاوے کا جذبہ موجود ہوتا ہے۔

بہترین زندگی کا بیان

انسان جب دنیا میں آتا ہے دنیا میں آنے کا طرز اور پھر دنیا سے رخصت ہونے کا عالم تقریباً ایک جیسا ہوتا ہے، پس گویا انسان کا مبدا اور معاد ایک جیسا ہے یعنی جب دنیا میں انسان آتا ہے تو دونوں ہاتھ خالی اور بالکل ناسمجھ اور کچھ کہنے کے قابل بھی نہیں ہوتا اسی طرح جب دنیا سے جاتا ہے تو اس وقت بولنے سمجھنے اور خالی ہاتھ ہونے کے لحاظ سے ابتداء کی طرح ہے البتہ ایک چیز جو آتے وقت اس کے پاس موجود ہوتی ہے مگر جاتے وقت اس سے بھی ہاتھ دھو چکا ہوتا ہے وہ ہے انسان کے بدن کے اندر روح کا ہونا یعنی پیدائش کے وقت روح ہوتی ہے جو اس کے لئے اس دنیا کے عالم کی ابتداء ہے اور پھر جاتے وقت اس کے جسم سے روح نکل چکی ہوتی ہے جو کہ اس کے لئے اس دنیا کے عالم کی انتہاء ہے۔

جب انسان دنیا میں خالی ہاتھ ہے اور جاتا بھی خالی ہاتھ ہے تو سوچنا چاہئے کہ انسان جو مرنے کے بعد فنا نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ کی بقاء کی طرف لوٹ رہا ہوتا ہے تو اسے چاہئے کہ اپنی فانی زندگی میں باقی غیر فانی زندگی کے لئے کچھ کما کے جائے تو اس معاملے میں حضور ﷺ کی ذخیرہ احادیث ہماری راہنمائی فرماتی ہیں ان میں سے ایک حدیث بالخصوص جس میں آپ ﷺ بہترین زندگی اور بدترین زندگی کا نمونہ بیان فرمادیا، لہذا جسے کامیابی چاہئے وہ بہترین زندگی پر عمل پیرا ہو جائے، اور جو اس پر عمل پیرا نہیں ہوتا اس کی زندگی بہترین کے بجائے بدترین ہو کر رہ جاتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک مرتبہ خطبہ دیا اس میں ارشاد فرمایا صرف دو آدمیوں کی زندگی بہترین ہے ایک وہ جو سن کر محفوظ رکھے اور دوسرا وہ عالم جو حق بات کہنے والا ہو۔

اے لوگو! آج کل تم لوگ کفار سے صلح کے زمانے میں ہو اور تم بہت تیزی سے آگے کو جا رہے ہو اور تم نے دیکھ لیا کہ دن رات کے گزرنے سے ہر نئی چیز پرانی ہو رہی ہے اور ہر دور والی چیز نزدیک آرہی ہے اور ہر چیز کے وعدہ کا وقت آرہا ہے، چونکہ جنت میں مقابلہ میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کا میدان بہت وسیع و عریض ہے اس لئے وہاں کی تیاری اچھی طرح کرلو۔

حضرت مقداد رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا اے اللہ تعالی کے نبی! صلح سے کیا مراد ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کفار سے صلح جس سے آزمائش کا دور ختم ہو گیا اور جب اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح تم پر بہت سے کام گڈمڈ ہو جائیں اور پتا نہ چلے کہ ٹھیک کونسا ہے اور غلط کونسا؟ تو تم قرآن کو لازم پکڑ لو جسے قرآن ٹھیک کہے اسے تم اختیار کرلو کیونکہ قرآن ایسا سفارشی ہے جس

کی سفارش قبول کی جاتی ہے اورانسان کی طرف سے ایسا جھگڑا کرنے والا ہے جس کی بات سچی مانی جاتی ہے جوقرآن کواپنے آگے رکھے گااوراس کے مطابق زندگی گزارے گاقرآن اسے جنت کی طرف لے جائے گااور جواسے پس پشت ڈالے گااسے دوزخ کی طرف لے جائے گااور یہ سب سے بہتر راستہ دکھلانے والا ہے اور یہ کلام دوٹوک فیصلہ کرنے والا ہے لغواور بے کار چیز نہیں ہے اس کا ظاہر ہے اورایک باطن ظاہر تو احکام شرعیہ ہیں اور باطن یقین ہے اس کا سمندر بہت گہرا ہے،اس کے عجائب بے شمار ہیں، علماء اس کے علوم سے کبھی سیر نہیں ہوسکتے ،یہ اللہ تعالی کی مضبوط رسی ہے، یہی سیدھا راستہ ہے، یہی حق بیان کرنے والا ہے، جسے سنتے ہی جنات بول اٹھے کہ یہ ایک عجیب کلام ہے جو ہماری راہنمائی کرتا ہے، پس ہم ایمان لائے، جوقرآن کی بات کہتا ہے وہ سچ کہتا ہے، جواس پرعمل کرتا ہے اسے اجر وثواب ملتا ہے، جواس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے وہ انصاف کرتا ہے، جواس پرعمل کرتا ہے اسے سیدھے راستے کی ہدایت ملتی ہے،اس میں ہدایت کے چراغ ہیں اور یہ حکمت کا مینار ہے،اورسیدھے راستے کی راہنمائی کرتا ہے۔ (۱)

اس تفصیلی حدیث میں آپ ﷺ نے دنیا کے سب احوال، کامیابی اور کامرانی کے طریقے خوشی اور غمی کا مدار، حق اور باطل کی پہچان سب بیان فرمادیے لہذا والدین کے لئے جوخود کوکامیاب اوراپنے بچوں کوبامراد بنانے کے خواہش مند ہیں ان کے لئے اس حدیث میں سمجھنے کے لئے بہت مواد ہے انھیں چاہئے کہ اپنے بچوں کودولت اور دنیا کی زیب وزینت اور دنیا کی چہل پہل اور رونقیں حاصل کرنے کے لئے دجالی تعلیم پڑھانے کے بجائے انھیں قرآن کریم کی تعلیم اور حدیث کی تعلیم لازمی طور پر سکھلائیں اس میں ان بچوں کی دنیا وآخرت بھی عمدہ اور والدین کے لئے دنیا میں بھی ایصال ثواب کرنے والے اورآخرت میں بھی ان کے لئے ذخیرہ ہوں گے،جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے دنیا کا سب مال ومتاع انسان کے جانے کے ساتھ

---

(۱) حیاۃ الصحابۃ۔

اس بندے کے لئے بے کار اور بے فائدہ ہو کر رہ جاتا ہے سوائے چند چیزوں کے، ان میں سے ایک اولاد صالح ہے جو اپنے والدین کے لئے دعا اور ایصال ثواب کرتی رہتی ہے جس کی وجہ سے بندہ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد اس کے اعمال نامہ میں نیکیوں کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

اس کے برخلاف اگر بچے کو قرآن وسنت کی تعلیم کے بجائے دنیاوی مقصود کے لئے اور مال ومتاع کے حصول کے لئے دنیا کی تعلیم میں وقف کر دیا تو عموماً یہ ہوتا ہے وہ بچہ جب بڑا ہوتا ہے اور اپنی سمجھ کو پہنچ کر مقصد کے مطابق مال ومتاع حاصل کر لیتا ہے تو اپنے والدین کے لئے نافرمان، ان کی عزت کو پامال کرنے والا، اور ان کی تحقیر وتذلیل کرنے والا بن کر رہ جاتا ہے جس کی وجہ سے والدین کو نہ تو دنیا میں فائدہ ہوا اور نہ ہی آخرت میں فائدہ کی کوئی امید ہے، پس گویا اس اولاد سے دنیا وآخرت میں خسارہ اٹھائے بغیر کچھ حاصل نہ ہوا۔

وآخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین